22

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

یکم تا 7 محرم الحرام 1448ھ / 16 تا 22 جون 2026ء

دینِ فطرت ، دینِ قیم !

اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن ٗسلامتی اوران کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام بنانا قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آ سکتا۔ جو کچھ قران مجید سے میری سمجھ میں آیا ہے اُس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے، جو اس کے قومی اور نسلی نقطہ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے۔ تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانے میں ''دین'' قومی تھا جیسے مصریوں ٗیونانیوں اور ہندیوں کا۔ بعد میں نسلی قرار پایا جیسے یہودیوں کا۔ مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے، جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے، اس لیے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف ''اسٹیٹ'' ہے۔

یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے ٗنہ نسلی ہے ٗنہ انفرادی اور پرائیویٹ بلکہ خالصتاً انسانی ہے، اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل قوم اور نسل کی بنیاد پر بنایا نہیں جا سکتا، نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کہا جا سکتا ہے۔ صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے جو ایک اُمت کی تشکیل اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے۔

''اُمتِ مسلمہ'' جس دین فطرت کی حامل ہے اس کا نام ''دین قیم'' ہے۔ دین قیم کے الفاظ میں ایک عجیب و غریب لطیفہ قرآنی مخفی ہے، اور وہ یہ کہ صرف دین ہی مقوّم ہے اس گروہ کے امور معاشی اور معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نظام کے سپرد کر دے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ قرآن کی رُو سے حقیقی تمدنی زندگی یا سیاسی معنوں میں ''قوم'' دین اسلام ہی سے ''تقویم'' پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی ہو، نامقبول اور مردود ہے۔

علامہ محمد اقبال
اقبال اور پیام حریت

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

گلگت بلتستان سے آزاد کشمیر تک!

لذتوں کو ختم کرنے والی موت کا تذکرہ

ہوئے تم دوست جس کے......

امتِ محمدیؐ کا مشن، تقاضے اور مستقبل (2)

محرم الحرام:
سن ہجری کا آغاز اور قومِ مسلم

دجال کی عالمی حکومت اور
نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت (5)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

سُوْرَۃ لُقْمٰن — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیت: 14

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

آیت ۱۴: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ﴾ ’’اور ہم نے وصیت کی انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں۔‘‘
یعنی والدین کے بارے میں حسنِ سلوک کی تاکیدی ہدایت کی۔ پھر والدین میں سے بھی والدہ کے حق کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا‘ کیونکہ بچوں کی پیدائش اور پرورش کے سلسلے میں زیادہ مشقت اور تکلیف والدہ ہی کو برداشت کرنا پڑتی ہے۔

﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ﴾ ’’اُس کو اٹھائے رکھا اُس کی ماں نے (اپنے پیٹ میں) کمزوری پر کمزوری جھیل کر‘‘

﴿وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ﴾ ’’اور اُس کا دودھ چھڑانا ہوا دو سال میں‘‘

پہلے نو ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہ کر جونک کی طرح اُس کا خون چوستا رہا اور پھر پیدائش کے بعد دو سال تک مسلسل اُس کے جسم کی توانائیاں دودھ کی شکل میں نچوڑتا رہا۔

﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ﴾ ’’کہ تم شکر کرو میرا اور اپنے والدین کا!‘‘

﴿اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾﴾ ’’اور میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہوگا۔‘‘

درس حدیث

عاشورہ کے روزے کی فضیلت

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((صِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ)) (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عاشوراء کا روزہ (اُس کے بارے میں) میں سمجھتا ہوں کہ اُس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پچھلے ایک سال کے گناہ معاف کردے گا۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 محرم الحرام 1448ھ — جلد 35
16 تا 22 جون 2026ء — شمارہ 22

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت:
● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری
● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلگت بلتستان سے آزاد کشمیر تک!

گلگت بلتستان میں ہونے والے حالیہ الیکشنز خود الیکشن کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں۔ اور ہم ابھی سے کہے دیتے ہیں کہ اگر 27 جولائی کو آزاد کشمیر میں ہونے والے الیکشنز میں فارم ''اے کے 47'' استعمال کیا گیا تو اس کے نتائج ملک و قوم کی بقا و سلامتی کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ ملک بھر کے اخبارات اور روایتی میڈیا گلگت بلتستان میں (مبینہ طور پر) فارم 47 کی کامیابی کے ترانے گا رہے ہیں، جو اُن کی مجبوری بھی ہے، لیکن سوشل میڈیا اور گلگت بلتستان میں موجود وی لاگرز نے الیکشن سے قبل، دوران اور بعد میں کی گئی دھاندلی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گلگت بلتستان میں پیپلز پارٹی کا اچھا خاصا ووٹ بینک موجود ہے اور ماضی کے الیکشنز میں بھی اُنہیں وہاں سے خاطر خواہ کامیابی ملتی رہی ہے۔ اسی طرح آزاد امیدوار بھی اس صوبے سے معتدبہ تعداد میں منتخب ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ہر وہ جماعت جس کا کسی بھی درجے میں حکومتی اتحاد سے مینڈیٹ چھین لینے کا خطرہ تھا، اسے قانونی موشگافیوں اور ماورائے آئین و قانون حربوں دونوں کے استعمال سے چت کر دیا گیا۔ مقامی اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں یہ تاثر بھی سامنے آیا کہ انتخابی ماحول مکمل طور پر غیر جانبدار نہیں رہا۔ سیاسی کارکنوں کے خلاف انتظامی دباؤ، جلسوں اور سرگرمیوں پر غیر رسمی قدغنیں، بعض حلقوں میں اثر انداز ہونے کی کوششوں کے الزامات، اور انتخابی عمل کے دوران ریاستی مشینری کے کردار پر اٹھنے والے سوالات نے ایک ایسی فضا پیدا کی جس میں اصل مقابلہ سیاسی جماعتوں کے درمیان کم اور طاقت و اختیار کے مراکز کے گرد زیادہ محسوس ہوا۔ پنجاب پولیس کے تقریباً پانچ ہزار اہلکاروں کی تعیناتی کا معاملہ بھی غیر معمولی بحث کا موضوع بنا رہا۔ ''متحارب'' پارٹیوں کے امیدواروں، کارکنوں، حتیٰ کہ ووٹرز، سپورٹرز کو بھی ''ڈرائنگ روم'' کی سیر کرائی گئی۔ ان میں سے اکثر کو الیکشن کے دن بھی ایسے غائب رکھا گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ! بعض ابھی بھی گھر واپس نہیں لوٹے۔ ایک 'مخصوص' پارٹی کو الیکشن میں حصہ لینے سے روک دیا گیا جس سے الیکٹورل سیاست کا جنازہ ہی نکال دیا گیا۔

جمہوریت محض ووٹ ڈالنے کا نام نہیں بلکہ کسی ریاست کے آئین کے تحت ایک ایسا اجتماعی معاہدہ ہوتا ہے جس میں ریاست، عوام اور سیاسی قوتیں اس اصول پر متفق ہوتی ہیں کہ عوامی مینڈیٹ کا احترام ہوگا اور اقتدار کی منتقلی شفاف، منصفانہ اور قابلِ قبول طریقے سے ہوگی۔ جب اس بنیادی اصول پر سوالات اُٹھنے لگیں، انتخابی عمل کے بارے میں شکوک و شبہات بڑھ جائیں اور عوام کے ذہنوں میں یہ احساس جنم لینے لگے کہ سیاسی نتائج پہلے سے طے شدہ ہیں، تو مسئلہ صرف ایک انتخاب کا نہیں رہتا بلکہ پورے سیاسی نظام کی ساکھ اور ریاستی استحکام کا بن جاتا ہے۔ حالیہ گلگت بلتستان انتخابات کے تناظر میں اُٹھنے والے سوالات اور آزاد جموں و کشمیر میں متوقع انتخابی ماحول اسی تشویش کو جنم دے رہے ہیں۔ یہ سوال اہم ہے کہ اگر واقعی ایسی سخت حکمتِ عملی اختیار کی گئی تو اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بظاہر اس کا ایک سبب ریاستی سطح پر سیاسی نظم و ضبط اور مطلوبہ نتائج کے حصول کی خواہش معلوم ہوتی ہے۔ گلگت بلتستان محض ایک انتظامی خطہ نہیں بلکہ پاکستان کی جغرافیائی، دفاعی اور معاشی حکمتِ عملی کا ایک نہایت حساس حصہ ہے۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری کے تناظر میں اس کی اہمیت مزید بڑھ چکی ہے۔ ایسے میں شاید یہ تصور کیا گیا کہ اگر کوئی ایسی عوامی یا سیاسی قوت اُبھر کر سامنے آتی ہے جو مرکزی پالیسیوں سے مکمل ہم آہنگ نہ ہو تو اُس سے نہ صرف انتظامی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی بلکہ وسیع تر قومی مفادات بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ تاہم ریاستی استحکام کے نام پر سیاسی عمل کو محدود کرنے سے شاید ہی کبھی مطلوبہ نتائج حاصل ہوئے ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جمہوری آوازوں کو دبانے سے وقتی ''سکون'' تو حاصل کیا جا سکتا ہے مگر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سیاسی بے چینی بعد ازاں زیادہ پیچیدہ شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے اہم سوال انتخابی نتائج کے عوامی قبولِ عام کا بنتا ہے۔ کسی بھی جمہوری نظام میں صرف کامیابی کافی نہیں ہوتی، کامیابی کی اخلاقی اور سیاسی قبولیت بھی ضروری ہوتی ہے۔ اگر عوام کی ایک بڑی تعداد یہ محسوس کرے کہ انتخابی عمل آزاد اور شفاف نہیں تھا تو ایسی حکومت خواہ قانونی حیثیت رکھتی ہو، اخلاقی اعتبار سے کمزور سمجھی جاتی ہے۔ یہی احساس بعد ازاں احتجاجی سیاست، ریاستی اداروں پر عدم اعتماد اور سیاسی تقسیم میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

گلگت بلتستان کے تناظر میں یہ سوال اس لیے بھی اہم ہے کہ وہاں کی آبادی پہلے ہی سیاسی شناخت، آئینی حیثیت اور نمائندگی کے پیچیدہ سوالات سے دوچار رہی ہے۔ ایسے ماحول میں انتخابی شفافیت پر معمولی سا شبہ بھی زیادہ گہرا اثر چھوڑ سکتا ہے۔ حکومت کے ایسے طرزِ عمل کے باعث بعض مبصرین پاکستان کی سیاسی تاریخ کے ایک حساس باب کی طرف بھی اشارہ کرتے محسوس ہوتے ہیں، اگرچہ اس تقابل کو محتاط انداز میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ 1970ء کے انتخابات سے قبل بھی مختلف علاقوں میں سیاسی احساسِ محرومی، طاقت کے غیر متوازن استعمال اور مرکز و اکائیوں کے درمیان اعتماد کے فقدان کے عناصر موجود تھے۔ اس دور کے حالات اور آج کے سیاسی تناظر میں یقیناً نمایاں فرق موجود ہے، مگر ایک لطیف مماثلت ضرور محسوس کی جاسکتی ہے: جب عوام یہ محسوس کرنے لگیں کہ اُن کی سیاسی ترجیحات کو مکمل آزادی کے ساتھ سامنے آنے نہیں دیا جارہا تو ریاست اور عوام کے درمیان نفسیاتی فاصلہ بڑھنے لگتا ہے۔

تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ قومیں اکثر اپنے تجربات سے فوری سبق نہیں سیکھتیں، خصوصاً جب طاقت کے مراکز قلیل المدتی استحکام کو طویل المدتی سیاسی ہم آہنگی پر ترجیح دینے لگیں۔ بین الاقوامی سطح پر بھی ایسے انتخابات کے اثرات محدود نہیں رہتے۔ آج کا دور اطلاعات کا دور ہے جہاں مقامی واقعات چند لمحوں میں عالمی مباحث کا حصہ بن جاتے ہیں۔ انتخابی شفافیت پر اگر مسلسل سوالات اٹھیں، سیاسی سرگرمیوں پر قدغنوں کی اطلاعات آئیں، یا اپوزیشن کے لیے غیر مساوی ماحول کا تاثر مضبوط ہو تو بین الاقوامی ذرائع ابلاغ، انسانی حقوق کی تنظیمیں اور جمہوریت پر نظر رکھنے والے ادارے لازماً سوالات اُٹھاتے ہیں۔ یہ محض سفارتی تشویش کا معاملہ نہیں بلکہ پاکستان کے مجموعی سیاسی امیج سے جڑا مسئلہ ہے۔ ایک ایسی ریاست جو خود کو جمہوری، آئینی اور عوامی نمائندگی کی علمبردار قرار دیتی ہو، اس کے لیے انتخابی غیر شفافیت کا تاثر طویل مدت میں نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ اس تناظر میں چین کے ساتھ تعلقات کا سوال بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ عمومی طور پر چین داخلی سیاسی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہتا ہے اور اس کی بنیادی ترجیح استحکام اور معاشی منصوبوں کا تسلسل ہوتی ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی ایسے خطے میں جہاں اس کے بڑے معاشی مفادات وابستہ ہوں، سیاسی بے چینی یا عوامی ناراضی بالآخر تشویش کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر مقامی آبادی میں یہ احساس پیدا ہو کہ سیاسی فیصلے ان کی حقیقی رائے کی نمائندگی نہیں کرتے تو اس کا اثر ترقیاتی منصوبوں کے سماجی قبولِ عام پر بھی پڑسکتا ہے۔ لہٰذا مسئلہ صرف انتخابی سیاست تک محدود نہیں بلکہ حکمرانی کی مجموعی ساکھ سے جڑا ہوا ہے۔ اسی دوران آزاد جموں و کشمیر میں آنے والے انتخابات کے حوالے سے پیدا ہونے والی صورتِ حال بھی سوالات کو جنم دے رہی ہے۔ اطلاعات کے مطابق بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہاں بھی انتخابی میدان کو مخصوص انداز میں ترتیب دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ خاص طور پر جموں کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی (JAAC) کے حوالے سے سامنے آنے والی اطلاعات نے بحث کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی نے نہ صرف 'تنہا پرواز' (Solo Flight) کی ٹھانی اور آزاد کشمیر کی تمام سیاسی جماعتوں سے لاتعلق رہے، اگرچہ مطالبات اُس کے سیاسی ہی تھے۔ پھر یہ کہ اُس کا ایسا طرزِ عمل سامنے آیا جو تشدد پر مبنی اور ریاست کی رِٹ کو چیلنج کرنے کے مترادف تھا اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انتشار پر بھارت میں خوب تالیاں پیٹی گئیں۔ جس سے یہ تاثر بھی اُبھرا یا اُبھارا گیا کہ جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی کے پیچھے 'را' (RAW) ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ وہ محب وطن افراد پر مشتمل ایک تحریک ہے جو آزاد کشمیر کے ساتھ 78 سالوں سے کیے گئے ظلم کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں۔

لہٰذا اگر کسی تنظیم، تحریک یا عوامی گروہ کو انسدادِ دہشت گردی کے قوانین کے تحت محدود یا انتخابی عمل سے دور رکھا جاتا ہے تو اس اقدام کی قانونی اور اخلاقی توجیہ غیر معمولی اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔ ریاستی موقف یہ ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی گروہ نفرت انگیزی، تشدد یا ریاستی نظم کے لیے خطرہ بنے تو قانون حرکت میں آئے گا۔ تاہم جمہوری اصول یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ایسی پابندیوں کے لیے شواہد شفاف، قانونی عمل غیر جانب دار اور الزامات ناقابلِ تردید نوعیت کے ہوں۔ محض سیاسی مقبولیت یا عوامی دباؤ کسی گروہ کو ریاستی سطح پر ناقابلِ قبول قرار دینے کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ اگر عوام کے ایک بڑے حصے کو یہ محسوس ہو کہ اُن کی آواز کو سیاسی میدان میں جگہ نہیں دی جارہی تو اس کے نتیجے میں احتجاجی رجحانات مزید گہرے ہوسکتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جموں کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی نے روایتی سیاسی جماعتوں سے زیادہ مقبولیت حاصل کی، خصوصاً اس وقت جب عوام کو یہ محسوس ہونے لگا کہ روایتی سیاسی قوتیں اُن کے معاشی، سماجی اور روزمرہ کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہی ہیں۔

تاجروں کی اس جماعت نے آزاد کشمیر میں مہنگائی، ٹیکسوں، بجلی کے نرخوں اور حکمرانی سے متعلق مسائل پر عوامی مسائل کو حل کیا۔ گلگت بلتستان میں پیدا ہونے والے تاثر کو اگر آزاد کشمیر میں دہرایا گیا، تو اس کے قلیل المدتی اور طویل المدتی اثرات دونوں سنگین ہوسکتے ہیں۔ عوام میں سیاسی احتجاج، نتائج کی عدم قبولیت، اور ریاستی اداروں پر تنقید میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ لیکن زیادہ اہم خطرہ طویل مدت میں سامنے آتا ہے، جب عوام جمہوری عمل سے امید کھونے لگیں۔ جب ووٹ کی طاقت پر اعتماد کمزور پڑتا ہے تو غیر سیاسی رویوں کے لیے جگہ پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ صورتِ حال کسی بھی ریاست کے لیے خطرناک ہوتی ہے، بالخصوص ایسے ملک کے لیے جو پہلے ہی سیاسی تقسیم، معاشی دباؤ اور علاقائی پیچیدگیوں سے دوچار ہو۔ پاکستان کے لیے اصل چیلنج یہی ہے۔

آج اگر ملک میں اسلام کے عدلِ اجتماعی پر مبنی نظام کو مکمل اور حقیقی طور پر نافذ کر دیا جائے تو نہ صرف سارے مسائل حل ہو جائیں بلکہ ملکی استحکام اور طرزِ حکومت کے درمیان مصنوعی تضاد بھی ختم ہو جائے گا۔ عوامی اعتماد، شفاف عمل اور سیاسی شمولیت جیسے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ لیکن جب تک ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہوتا، استحکام صرف طاقت کے استعمال یا سیاسی انجینئرنگ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مارشل لاء یا ہائبرڈ نظام سے مسائل کا حل ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا اس ''درمیانی دور'' میں اگر انتخابی نتائج واقعی عوامی رائے کی حقیقی ترجمانی کریں تو اختلافات کے باوجود قوم کسی قدر آگے بڑھ سکتی ہے؛ لیکن اگر انتخابات محض ایک رسمی عمل بن کر رہ جائیں تو سیاسی نظام کا جنازہ ہی نکلے گا۔

جب تک ملک میں اسلامی نظام کا قیام نہیں ہوتا، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر بلکہ پورے ملک کے تناظر میں یہی وہ لمحات ہوتے ہیں جو ریاستی بصیرت، سیاسی فراست اور جمہوری برداشت کا اصل امتحان ثابت ہوتے ہیں۔ مملکتِ خداداد پاکستان کی طاقت صرف اس کے عسکری یا انتظامی وسائل میں نہیں، بلکہ اصلاً ملک کے قیام کی بنیاد یعنی نظریۂ اسلام اور اُس کے بعد اس امر میں پنہاں ہے کہ عوام کو اپنے سیاسی نظام پر کتنا اعتماد ہے۔ اگر پاکستان میں اسلامی نظام کا مکمل اور حقیقی نفاذ نہیں کیا جاتا تو ملک کی وجہ جواز ہی باقی نہیں رہتی۔ اور جب عوام کا اپنے سیاسی نظام کی شفافیت اور اس میں اُن کی شمولیت کا اعتماد ہی نہ رہے گا تو قیمت بالآخر پوری ریاست کو ادا کرنا پڑے گی! اللہ تعالیٰ پاکستان میں اہلِ اقتدار کو عقلِ سلیم اور ملکی مفادات میں فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

لذتوں کو ختم کر دینے والی موت کا تذکرہ

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں نائب امیرِ تنظیم اسلامی محترم اعجاز لطیف ﷾ کے 5 جون 2026ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے، جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا ہے، لیکن ہم اس حقیقت کو بھولے رہتے ہیں اور آخرت کی تیاری کرنے کی بجائے دنیا و مافیہا میں مشغول رہتے ہیں جس کا نتیجہ آخرت کے دائمی خسارہ کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ قرآن مجید میں موت کی یاددہانی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ انسان اسے یاد رکھے اور اپنی آخرت کی تیاری کرے۔ آج ان شاء اللہ ہم قرآن و احادیث کی روشنی میں اس یاددہانی کا اہتمام کریں گے۔ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر 8 میں فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ﴾ ”(اے نبی ﷺ!) آپؐ کہہ دیجیے کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تم سے ملاقات کر کے رہے گی۔“

وہ موت جس سے ہم فرار اختیار کرتے ہیں، جس کا عام طور پر اپنی مجلسوں میں تذکرہ نہیں کرتے، حتیٰ کہ جنازے پر ہوتے ہوئے بھی دنیا جہان کی ساری باتوں کا ذکر ہوتا ہے سوائے موت کے، بے شک وہ تو ہم سے ملاقات کر کے رہے گی۔ موت کا سامنا ہر ایک کو کرنا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۸﴾ ”پھر تمہیں لوٹا دیا جائے گا اُس ہستی کی طرف جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے، پھر وہ تمہیں جتلا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔“ موت کا وقت مقرر ہے، نہ اس سے ایک گھڑی پہلے آسکتی ہے اور نہ بعد میں۔ فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ﴾ (آل عمران: 145) ”اور کسی جان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مر سکے مگر اللہ کے حکم سے (ہر ایک کی موت کا) وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔“

چاہے کوئی چھوٹا ہے یا بڑا، ہر ایک کی موت کے وقت کا تعین ہو چکا ہے، کس وقت آجائے کسی کو کچھ پتا نہیں سوائے اللہ کے، لہٰذا موت سے فرار ممکن نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مائیکل جیکسن ایک ایسا انسان تھا جو فطرت کے نظام کو شکست دینا چاہتا تھا۔ اُسے عام انسانوں کی طرح 70،60 سال کی عمر میں مرنے سے نفرت تھی، وہ 150 سال تک زندہ رہنا چاہتا تھا اور چونکہ اس کے پاس وسائل بہت تھے تو اس نے طویل عمر پانے کے لیے بڑی دلچسپ حرکتیں کیں۔ رات کو آکسیجن ٹینٹ نما مشین میں سوتا، جراثیم اور بیماریوں کے اثرات سے بچنے کے لیے دستانے پہن کر لوگوں سے ہاتھ ملاتا، لوگوں میں جانے سے پہلے منہ پر ماسک چڑھاتا۔ مخصوص خوراک کھاتا، اس نے مستقل طور پر 12 ڈاکٹرز کی خدمات حاصل کر رکھی

مرتب: ابو ابراھیم

تھیں جو روزانہ اُس کے جسم کے ایک ایک حصے کا معائنہ کرتے، اُس کی خوراک کا روزانہ لیباٹری ٹیسٹ ہوتا۔ اس کا سٹاف اسے روزانہ ورزش کرواتا، یہاں تک کہ اُس نے پہلے سے ہی انسانی اعضاء ڈونیٹ کرنے والوں کا بھی انتظام کر رکھا تھا کہ اگر اُس کے پھیپھڑے فیل ہو جائیں، گردے ناکارہ ہو جائیں، آنکھوں کی بینائی چلی جائے یا دل کام کرنا چھوڑ دے تو فوری طور پر اُسے یہ متبادل اعضاء لگائے جا سکیں۔ ان ڈونرز کو وہ باقاعدہ پیمنٹ کرتا تھا۔ چنانچہ اُسے یقین تھا کہ وہ ڈیڑھ سو سال تک ضرور زندہ رہے گا لیکن پھر 25 جون 2009ء کی رات آئی۔ آکسیجن کے انتظام کے باوجود اُسے سانس لینے میں دشواری پیش آرہی تھی، اُس کے ڈاکٹرز نے ملک بھر کے سینئر ترین ڈاکٹرز کو بھی اس کی رہائش گاہ پر جمع کر لیا، یہ ڈاکٹرز اُسے موت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے لیکن ناکام ہوئے تو ہاسپٹل لے گئے۔ بالآخر وہ شخص جس نے ڈیڑھ سو برس تک زندہ رہنے کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی، جو ننگے پاؤں زمین پر نہیں چلتا تھا، جس کے گھر میں روزانہ جراثیم کش ادویات چھڑکی جاتی تھیں اور جس نے 25 برس تک کوئی ایسی چیز نہیں کھائی تھی، جس سے ڈاکٹروں نے اُسے منع کیا، وہ صرف 50 سال کی عمر میں انتقال کر گیا اور صرف 30 منٹ کے اندر موت سے بچنے کے تمام تر انتظامات اور وسائل ناکام ہو گئے۔ یہ قدرت کی طرف سے ایک اعلان تھا کہ انسان پوری دنیا کو فتح کر سکتا ہے لیکن وہ اپنے مقدر کو شکست نہیں دے سکتا ہے۔ وہ موت اور اُس موت کے لکھنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 78 میں انسان کو جھنجھوڑتے ہوئے اعلان کیا گیا ہے کہ تم کائنات کی وسعتوں میں کہیں بھی چھپ جاؤ موت تمہیں ڈھونڈ نکالے گی:

﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ﴾ ”تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تم کو پالے گی، خواہ تم بڑے مضبوط قلعوں کے اندر ہی ہو۔“

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ موت سے دفاع کی بجائے موت کے بعد جو حالات پیش آئیں گے، ان کے حوالے سے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ زندگی ہمیں اس لیے ملی ہے کہ ہم آخرت کی تیاری کر سکیں۔ سورہ لقمان میں فرمایا:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ﴾

”اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کمائی کرے گی۔“

ہمارے ہاں کمائی کا تصور عام طور پر صرف روپے پیسے کمانے تک محدود ہے۔ حالانکہ کوئی شخص اپنی زندگی میں نیکی کمائے گا یا بدی، یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے اور یہ بھی کہ:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ﴾ (آیت: 34) ”اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں اُس کی موت واقع ہو گی۔“

بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ بڑے بڑے احاطے قبرستانوں میں پہلے سے قبضہ کر کے رکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہاں ان کو دفن ہونا

نصیب ہوگا بھی یا نہیں۔فرمایا:
﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿٣٤﴾﴾''یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا'ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے، پل کی خبر نہیں ہے

جو باتیں انسان کی یاددہانی کے لیے انتہائی ضروری ہیں ان کو قرآن میں کم از کم دو یا دو سے زائد مرتبہ بیان کیا جاتا ہے۔ایک جگہ فرمایا:
﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾﴾ (العنکبوت)''ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے'پھر تم ہماری ہی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔''

اس کے بعد سورۃ الانبیاء کی آیت 35 میں فرمایا:
﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ﴾''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم آزماتے رہتے ہیں تم لوگوں کو شر اور خیر کے ذریعے سے۔''

جس کو نعمتیں مل جائیں تو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ مجھ سے بڑا خوش ہے اور مجھے نواز رہا ہے۔حالانکہ دینے والا کہتا ہے کہ یہ میری امتحان لینے کی مرضی ہے،کبھی دے کے آزماتا ہوں،کبھی لے کے آزماتا ہوں۔اسی طرح سورۃ آل عمران میں فرمایا:
﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ﴾(آیت:185)''ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔''

یہ دنیا دارالجزاء نہیں ہے بلکہ یہ دارالامتحان ہے، یہاں کم یا زیادہ دے کر آزمایا جا رہا ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔جو کامیاب ہوا وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں جائے گا اور جو بدبخت ٹھہرا وہ جہنم میں جائے گا۔ آگے فرمایا:
﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ﴾(آیت:185)''تو جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہو گیا۔''

گویا اصل کامیابی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کامیابی کہہ رہا ہے۔فرمایا:
﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ﴾(التغابن:9)
''وہی ہے ہار اور جیت کے فیصلے کا دن۔''

جو اُس دن جیتا وہ ہمیشہ کے لیے جیتا اور جو اُس دن ناکام ہوا وہ ہمیشہ کے لیے ناکام ٹھہرا۔فرمایا:
﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾﴾ (آل عمران)''اور یہ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے۔''

دنیا کی کامیابی اور مال و دولت تو عارضی ہے،اس بات کو سامنے رکھ کر اگر زندگی نہیں گزاری جا رہی تو ہم وہ مہلت کھو دیں گے جو آخرت کی کامیابی کے لیے عمل کرنے کے لیے ملی ہے۔مگر بدقسمتی سے آج کم و بیش 90 فیصد مسلمان بھی اس بات کو بھولے ہوئے ہیں،وہ بھی صرف اس دنیا کی دھوکے کی زندگی کو ہی اصل زندگی اور یہاں کی عارضی کامیابی کو اصل کامیابی سمجھ رہے ہیں۔یہی چیز اعمال پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔آپ دیکھ لیجیے کم و بیش 90 فیصد مسلمان ہمارے ہاں نماز کے لیے مسجد میں نہیں جاتے۔ عقیدہ اپنی جگہ ہے،لیکن عمل بتا رہا ہے کہ شاید ان کے نزدیک نماز فرض ہی نہیں ہے۔اندازہ کیجیے کہ ہم کس قدر دھوکے کا شکار ہیں۔

جتنے اچھے اعمال ہوں گے اتنا موت کا ذائقہ بھی اچھا ہوگا۔اور جتنے اعمال بُرے ہوں گے اسی قدر موت تلخ ہوگی۔اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے معاملات کو ابھی درست کر لیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے وہ مرحلہ بھی آسان کر دے۔

مرنے کے بعد انسان کو جو چیزیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں اُن کی تیاری بھی اسی دنیا میں کر لینی چاہیے۔اس ضمن میں سب سے پہلے نیک اولاد ہے جو صدقہ جاریہ بن سکتی ہے اور مرحوم والدین کے لیے دعا بھی کرے گی۔لہٰذا اولاد کی تربیت ایسی کریں کہ وہ اچھے مسلمان بن جائیں۔ اسی طرح انسان نے کوئی ایسا نیک عمل کیا ہو جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچ رہا ہو تو اس کا بھی اجر اس کو موت کے بعد ملتا رہے گا،جیسا کہ قرآن کی تعلیم دینا،کوئی فلاحی کام کرنا، دین کی طرف راغب کرنا وغیرہ۔انسان کو دنیا کی اس مہلت کے دوران ایسے کام کرنے چاہئیں۔کسی کا عمل اگر اچھا ہوگا تو اس کی موت بھی اچھی ہوگی۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت پائی گئی ہے۔''صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس سے کیا مراد ہے۔فرمایا:''مومن آدمی جب مرتا ہے تو دنیاوی مشکلات اور مصائب سے راحت پا لیتا ہے اور بدکار آدمی کے مرنے سے انسان، درخت، جانور راحت پا جاتے ہیں۔''

ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
''دنیا میں جو عمل انسان کے لیے مرغوب ہوتا ہے اُس کی موت اُسی عمل کے دوران ہوتی ہے۔''یعنی اگر کوئی انسان اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے تو اُس کی موت بھی اسی حالت میں آئے گی اور اگر گناہ میں مشغول رہتا ہے تو اس کی موت بھی نافرمانی کی حالت میں آئے گی۔
''ہر چیز فنا ہو جائے گی صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔'' (القصص:88،الرحمٰن:27)

ترمذی،نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''لوگو موت کو یاد کرو اور یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے کثرت کے ساتھ اُس کا ذکر کیا کرو۔''

موت کی یاددہانی کے لیے ہماری روزمرہ زندگی میں کئی مواقع آتے ہیں لیکن ہم دھیان نہیں کرتے۔جیسے سیاہ بالوں کا سفید ہونا بھی انسان کے لیے ایک وارننگ ہے۔پھر بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ بدن کی چستی اور توانائی ختم ہو گئی تو یہ بھی ایک وارننگ ہے۔پھر بدن کا جھک جانا ایک اور وارننگ ہے۔عزیز و اقارب کا اس دنیا سے چلے جانا بھی ایک نشانی ہے۔اس طرح ہر انسان کے پاس کوئی نہ کوئی نشانی ضرور بھیجی جاتی ہے لیکن غفلت کی بنا پر انسان ان نشانیوں پر غور نہیں کرتا۔دین کا کوئی کام ہو تو کہتا ہے میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن دنیا کا کوئی کام ہو تو کہتا ہے میں کیا کسی سے کم ہوں،ابھی تو ہم جوان ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام ؓ کو بےفکری سے ہنستے دیکھ کر متنبہ فرمایا کہ آگاہ رہو اگر تم لذتوں کو توڑ دینے والی چیز کو کثرت سے یاد رکھتے تو تم اس حال میں نہ ہوتے جو میں دیکھ رہا ہوں۔رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب صرف صحابہ کرام ؓ کے لیے تو نہیں ہے۔

اسی غفلت کی وجہ سے آج کا انسان بھی اعمال میں کوتاہی کرتا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کل سے نماز شروع کر لیں گے،کل سے تہجد کا آغاز کر دیں گے،کل سے قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے شروع کر دیں گے لیکن پھر وہ کل آتی ہی نہیں،بعض کے ہاں تصور ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد حج کر لیں گے اور مسجد میں جانا شروع کریں گے۔ایک دانشور سے کسی نے پوچھا کہ عبادت کرنے کے لیے بہترین دن کون سا ہے۔دانشور نے کہا کہ موت سے ایک دن پہلے۔اس شخص نے حیرانگی سے پوچھا کہ موت کا وقت تو کسی کو معلوم نہیں ہے۔کہا: پھر ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان ہر نماز پڑھتے وقت یہ سوچے کہ یہ میری آخری

نماز ہے۔ رمضان میں روزے رکھتے وقت سوچے کہ یہ میرا آخری روزہ ہے۔ سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾ (الحشر: 18) ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

مطلب یہ ہے کہ آج کچھ کریں گے تو کل کے لیے آگے بھیجیں گے کیونکہ کل کا تو پتہ نہیں ہے۔ اس غفلت سے نکلنے کا طریقہ بھی اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا ہے۔ فرمایا: ''بے شک دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔'' عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس کا علاج کیا ہے؟'' فرمایا: ''موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا۔'' تلاوت کا اصل مفہوم پیچھے پیچھے چلنا ہے، پیچھے چلنے کے لیے تو لازم ہے کہ صحیح پڑھیں بھی، سمجھیں بھی اور عمل بھی کریں۔ صرف پڑھنے سے ثواب تو ضرور ملتا ہے لیکن ہدایت تلاوت کا حق ادا کرنے سے ملے گی۔ بہرحال انسان موت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ بچ نہیں سکتا لیکن اگر کوشش کرے تو جہنم سے ضرور بچ سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (یعنی اگر کچھ کرنا ہے تو جوانی ایک موقع ہے، ٹالو نہیں کہ بوڑھے ہوں گے تو پھر توبہ کریں گے) صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ موت تو کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ لہٰذا جو موقع مل رہا ہے اس کو غنیمت جانو اور آخرت کی تیاری کرو۔ ہمارے ہاں ایک غلط فہمی شروع سے ہی بچے کے ذہن میں ڈال دی جاتی ہے کہ بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ پھر وہ ساری زندگی دنیا کے حصول کی جدوجہد میں گزار دیتا ہے، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''رزق کی طرف جلد بازی نہ کرو کیونکہ بندہ اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ اس کے نصیب کا آخری رزق اس تک نہیں پہنچ جاتا۔'' قرآن میں فرمایا: ''اور نہیں ہے کوئی بھی چلنے پھرنے والا (جاندار) زمین پر مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔'' (سورۃ ھود: 6) زندگی دینے سے پہلے اللہ نے رزق کا بندوبست کر رکھا ہے لہٰذا رزق کا حصول زندگی کا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد آخرت کی تیاری کرنا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا: ''اور جو کوئی آخرت کا طلب گار ہو اور اس کے لیے اس کے شایانِ شان کوشش کرے اور وہ مؤمن بھی ہو تو یہی لوگ ہوں گے جن کی کوشش کی قدر افزائی کی جائے گی۔'' (آیت 19) دنیا کے لیے اتنی کوشش کرو جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی کوشش کرو جتنا وہاں رہنا ہے۔ دنیا چند دن کی جبکہ آخرت ہمیشہ کے لیے ہے۔ لہٰذا دنیا کی چندروزہ زندگی کو صرف رزق کے حصول میں کھپا دینا اور حلال وحرام کی تمیز بھی نہ کرنا وہ طرزِ عمل ہے، جس سے ہم اپنی آخرت کھوٹی کر بیٹھتے ہیں۔

موت کی ریہرسل روزانہ ہوتی ہے لیکن ہم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ (سورۃ انعام کی آیت 60 اور سورۃ زمر کی آیت 42 میں بھی اس کا ذکر ہے)۔ غور کیجیے کہ سوتے وقت کی دعا کیا ہے:
((اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا)) (بخاری)
''اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہونا نصیب ہوگا تو تیرے نام کے ساتھ۔'' نیند بھی ایک موت ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بچے! اگر تجھ میں استطاعت ہو تو ہمیشہ باوضو رہو۔ اس لیے کہ وضو کی حالت میں اگر موت آگئی تو وہ شہادت کی موت ہوگی۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نیند میں وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا سونے سے پہلے وضو کی کیا ضرورت ہے حالانکہ موت تو نیند میں بھی آسکتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو بندہ پاکیزہ حالت میں سوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہے اور رات بھر دعا کرتا رہتا ہے کہ اللہ اس بندے کو بخش دے کیونکہ یہ پاکیزہ ہو کر سویا ہے۔ اسی طرح ہم جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو پڑھتے ہیں:
((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا ہے۔'' (صحیح بخاری)

گویا کہ نیند بھی ایک طرح کی موت ہے اور اس سے ہمیں سیکھنا چاہیے اور آخرت کی تیاری کرنی چاہیے۔ انسان کے مرتے ہی اُس سے پہلے جو چیز چھین لی جاتی ہے وہ اس کی شناخت ہے۔ کوئی اس کا نام نہیں لیتا بلکہ پوچھتا ہے کہ لاش کہاں ہے، جنازہ پڑھتے وقت جنازہ کہا جائے گا اور دفناتے وقت میت کہا جائے گا۔ مرنے والے کا حسب نسب، قبیلہ، پوزیشن وغیرہ کچھ کام نہیں آئے گا، جن کے لیے اتنا سوچتا تھا وہ اب اس کی وراثت کی تقسیم کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں سیکھنا چاہیے کہ یہ دنیا کس قدر دھوکے کی جگہ ہے۔ روزانہ بستر پر لیٹ کر سوچیں کہ آج یہ میری آخری رات ہو تو میں اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ پھر انسان دل سے اپنے گناہوں پر توبہ بھی کرے اور سید الاستغفار کا اہتمام بھی کرے۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ نے سوتے وقت کے جو معمولات بتائے ہیں، ان کا بھی اہتمام کریں۔ جنازوں میں شرکت کو محض ایک رسم نہ سمجھیں بلکہ یہ سوچیں کہ اگلی بار اس چارپائی پر میں بھی ہو سکتا ہوں۔ ناگہانی اور حادثاتی اموات کو دیکھ کر اپنی مہلتِ عمل کی قدر کریں۔ ہفتے میں ایک بار نہیں تو کم از کم مہینے میں ایک بار قبرستان ضرور جائیں اور وہاں کے مکینوں کی بے بسی پر غور کریں، کیسے کیسے نامور لوگ بے نام ونشان پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس کیا کچھ نہیں تھا، سب یہیں رہ گیا۔ لہٰذا توبہ میں جلدی کریں، کل پر نہ ٹالیں کیونکہ کل کی ضمانت کسی کے پاس نہیں۔ بیماروں کی زیارت کریں اور ہسپتالوں کے چکر لگائیں تاکہ ہمیں اپنی صحت اور زندگی کی عارضی نوعیت کا احساس ہو سکے۔ ایسی کتابوں کا مطالعہ کریں جو آخرت کی منظر کشی کرتی ہوں تاکہ دل کی سختی کم ہو۔ ذکر الٰہی کی کثرت کو معمول بنائیں کیونکہ جس حال میں انسان زندگی گزارتا ہے، اسی حال میں اُسے موت بھی آتی ہے۔ اپنے وقت کو ایسے بامقصد کاموں میں لگائیں جو مرنے کے بعد بھی ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔ اس کے علاوہ شہادت کی دعا کریں۔ بخاری شریف کی روایت ہے:
((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ، وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ)) (بخاری) ''اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے رسول ﷺ کے شہر (مدینہ منورہ) میں موت عطا فرما۔''

اور یہ دعا بھی کثرت سے کرنی چاہیے:
((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا قَبْلَ الْمَوْتِ، وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ، وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَلَا تُحَاسِبْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) (مشکوٰۃ) ''اے اللہ! ہمیں موت سے پہلے بخش دے، اور موت کے وقت ہم پر رحم فرما، اور موت کے بعد ہمیں عذاب نہ دے، اور قیامت کے دن ہم سے حساب نہ لینا، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو!

ابو موسیٰ

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ ایک عالمی قوت کی حیثیت سے اُبھرا۔ امریکی ریاست امریکی انتظامیہ امریکی صدر، کانگرس وغیرہ وغیرہ کبھی بھی دودھ سے دھلے ہوئے نہیں تھے، لیکن اُن میں ایک رکھ رکھاؤ تھا، صاف ستھرے معاملات اور تہذیب کا اوڑھنا اُنہوں نے بہرحال اُڑھ رکھا تھا۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہ بھی ذہنی اور فکری طور پر اصلاً اگرچہ موجودہ صدر ٹرمپ سے کوئی زیادہ مختلف تو نہیں تھے لیکن صدر ٹرمپ نے دکھاوے کا یہ پردہ بھی بے دردی سے چاک کر دیا۔ گویا گٹر سے ڈھکنا اٹھا دیا، اب امریکہ کے گلے سڑے نظام کی بُو چہار دام پھیل رہی ہے اور دنیا امریکہ سے روز بروز دور ہوتی جا رہی ہے۔

ان ہی دنوں میں عظیم سپر پاور امریکہ کے بے وقعت ہونے کی کئی مثالیں قائم ہوئی ہیں۔ وہ سعودی عرب جو وائٹ ہاؤس کے اشاروں پر ناچتا تھا اور اُس کی کسی قسم کی حکم عدولی کو اپنے لیے حرام سمجھتا تھا۔ اُس نے گزشتہ چند ماہ میں امریکہ کے حوالے سے جو بے رخی اختیار کی ہے، وہ ناقابل یقین ہے۔ یہ وہی ٹرمپ ہے جس کے سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے آخری سرکاری دورے کے دوران امریکہ میں ٹریلین ڈالرز کی سرمایہ کاری کی گئی۔ اُسے سونے کا بنا ہوا ایک جہاز تحفہ میں دیا گیا اور متحدہ عرب امارات کی بیٹیوں نے کھلے بالوں کے ساتھ ٹرمپ کے سامنے ڈانس کر کے عرب مسلمانوں کی غیرت کا جنازہ نکالا۔ یہ امتِ مسلمہ کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ تب ٹرمپ پریس کے سامنے فرماتے تھے کہ سعودی عرب کی حکومت امریکہ کے بغیر دو ہفتے بھی قائم نہیں رہ سکتی لیکن امریکہ ایران جنگ نے سب کچھ بدل دیا ہے۔ اب سعودی عرب امریکہ کو صاف انکار کر رہا ہے کہ وہ اُس کے ہر حکم تعمیل کا پابند نہیں ہے۔ اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عرب مضبوط ہو گئے ہیں بلکہ عرب تو مزید ہر سطح پر گراوٹ کا شکار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایران نے امریکی قوت اور ہیبت کا جنازہ نکالا ہے۔ گویا ایران نے ہی عربوں کو بھی زبان کھولنے کی جرأت دی ہے۔ ایران جس طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر امریکہ سے بات کرتا ہے اور جس طرح اُس کے غرور کو خاک میں ملا رہا ہے اس سے امریکہ، خلیجی ریاستوں میں بے وقعت ہو رہا ہے، صرف متحدہ عرب امارات ابھی تک امریکی غلامی کا پٹہ اپنی گردن سے اتار نہیں سکا۔ لیکن وہ بھی پریشان ہے اور تذبذب کا شکار ہے۔ دبئی جو ایک شہر تھا عالم میں سنسان ہوا جا رہا ہے۔ وہاں کی عمارتیں تو ابھی کچھ زیادہ زمین بوس نہیں ہوئیں البتہ اُن کی قیمتیں یقیناً زمین بوس ہو گئی ہیں۔ بہت سے پاکستانی تاجر، صنعت کار، سول ملٹری بیوروکریسی جن کو دبئی میں پراپرٹی ہونے پر مان تھا۔ آج اُس سے جان چھڑانے کی سوچ رہے ہیں اس لیے کہ اگر توقع کے عین مطابق جنگ دوبارہ شروع ہو گئی تو دبئی یقیناً ویران ہو جائے گا اور ناجائز ذرائع سے وہاں خریدی ہوئی جائیدادیں ٹکا ٹوکری ہو جائیں گی پھر وہ مال وبال جان بن جائے گا۔

جہاں تک امریکہ ایران جنگ کا تعلق ہے راقم پہلے بھی عرض کر چکا ہے۔ 1897ء کے پروٹوکولز کے نتیجہ میں آنے والے دور میں صیہونی دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کا ایک باقاعدہ پروگرام رکھتے ہیں۔ اُن کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ایک ہدف مقرر کرتے ہیں تو اُس کے حصول کے لیے اپنی پوری قوت جھونک دیتے ہیں۔ اس ہدف کے حصول کے لیے اپنے مالی ذرائع، میڈیا میں اپنی آواز اور وہ امریکہ جسے ایک عرصہ سے اُنہوں نے یرغمال بنا رکھا ہے اُس کی پوری جنگی قوت اور اپنا سازشی ذہن یہ سب کچھ اس ہدف کے حصول کے لیے لگا دیتے ہیں۔ اگر اُن کی راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں تو وہ ذرائع اور طریقہ کار میں تو کچھ تبدیلی کر لیتے ہیں۔ اپنی عملی کارروائیاں کچھ دیر کے لیے ملتوی بھی کر لیتے ہیں لیکن اپنے اُس ہدف کو جو وہ شروع میں مقرر کر لیتے ہیں، اُس سے ہرگز ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

28 فروری کو شروع ہونے والی جنگ میں بھی یہی کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ امریکہ اسرائیل حملے کے خلاف ایران نے جس نوعیت کی Resistance کی اور پھر یہ کہ جوابی حملے کر کے نہ صرف اسرائیل کو نقصان پہنچایا بلکہ خلیج میں جن ممالک میں امریکی اڈے قائم ہیں اُنہیں بھی تہہ و بالا کیا لہٰذا سعودی عرب، کویت، اردن، بحرین اور متحدہ عرب امارات کوئی بھی ایرانی حملوں سے محفوظ نہ رہا۔ اگرچہ ان عرب ممالک نے خود پر حملوں کے حوالے سے شدید احتجاج کیا کہ امریکہ اسرائیل کے حملوں کے جواب میں ایران اُن پر حملہ آور کیوں ہے جس کا جواب ایران یہ دیتا ہے کہ تم نے اپنی سرزمین پر امریکی اڈے قائم کر کے درحقیقت امریکہ اور اسرائیل کو ایران پر حملہ کرنے میں نہ صرف سہولت کاری کی ہے بلکہ ہمارے خلاف عملی طور پر جنگ میں حصہ لیا ہے۔ منطقی اور منصفانہ بات یہ ہے کہ جہاں سے ایران پر حملہ ہوتا ہے اُن مقامات پر ایران کیوں حملہ نہ کرے؟ فرد ہو معاشرہ ہو یا ریاست جس سوراخ سے ڈسی جاتی ہے اُسے بند کرنے کا حق رکھتی ہے۔ پھر یہ کہ وہ شیطان کی آماجگاہ اسرائیل پر بھی تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ ایران پر حملہ ہوا تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فارغ تو نہیں بیٹھ سکتا تھا کہ ان دو حملہ آوروں میں سے ایک یعنی امریکہ چونکہ اُس کے میزائلوں کی پہنچ سے دور ہے لہٰذا وہ اپنی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھتا رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ عربوں کا یہ مطالبہ کہ ایران جوابی حملے امریکہ کے اُن جنگی ٹھکانوں پر نہ کرے جو اُن کے ممالک میں امریکہ نے قائم کیے ہوئے ہیں۔ اُن کا یہ مطالبہ یا اعتراض عقل سے بعید تو ہے ہی غیر منطقی بھی ہے اور غیر فطری بھی ہے۔

امریکہ اسرائیل اور ایران بدستور جنگ کی صورتِ حال میں ہیں حقیقت یہ ہے کہ صیہونی سازشوں سے اور امریکی چالبازیوں سے باز نہیں رہ سکتے جب ایران نے امریکہ اور اسرائیل کے حملے کے جواب میں پامردی کا مظاہرہ کیا تو وہ اگرچہ حملہ آوروں کے ہاتھ توڑ تو نہ سکا لیکن اُنہیں بُری طرح مروڑ ضرور دیا جن ہاتھوں سے اُس کی سرزمین پر حملہ کیا گیا تھا۔ ایران کا یوں مقابلہ کرنا دشمنوں کے لیے غیر متوقع تھا پھر یہ کہ امریکہ کو یقین تھا کہ چین اور روس اُس کے ردِعمل کے خوف سے ایران کی زبانی کلامی مدد کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ چین اور روس نے ایران کی کھلم کھلا اور اعلانیہ تو کوئی مدد نہ کی لیکن ٹیکنالوجی اور کچھ دوسرے پوشیدہ ذرائع سے اُس سے تعاون یقیناً کیا جس سے ایران کے دشمنوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اب صہیونیوں نے اپنی خصلت کے مطابق ہدف میں تو ہرگز کوئی تبدیلی نہ کی لیکن اُنہیں بڑا اور تباہ کن جوابی حملے کے لیے وقت درکار تھا۔ تاکہ وہ اپنی قوت کو مجتمع کر سکیں گولہ بارود کا جو ذخیرہ کم ہوتا نظر آ رہا تھا اُس کی کو پورا کرنے اور نئی سٹریٹیجی کے ساتھ دوبارہ حملہ آور ہوں۔ لہٰذا پاکستان کے ذریعے ایسے مذاکرات کا ڈول ڈالا گیا ظاہر ہے کہ جنہیں ناکام بنانا پہلے سے ہی طے تھا اور محض وقت حاصل کرنا تھا پاکستان کو اس کام پر لگا دیا گیا۔ سادہ لوح پاکستانیوں کو بتایا گیا کہ پاکستان سفارت کاری کر رہا ہے۔ فریبی ٹرمپ نے اس مقصد کے حصول کے لیے پاکستان کی قیادت کی عظمت کے گیت گانے شروع کر دیئے اور سب کو عظیم قرار دے دیا۔ مقصد درحقیقت ایران کے خلاف ازسرنو جنگ اور تباہی کے لیے وقت حاصل کرنا تھا۔ حکومتِ پاکستان یہ سب کچھ یقیناً سمجھتی ہوگی لیکن ایک تو اس سہولت کاری جسے سفارت کاری کا نام دیا گیا تھا اُس سے اُن کی عوام میں ساکھ بحال ہو رہی تھی اور دوسرا یہ کہ اگر خطہ میں جنگ کی آگ بھڑکی تو پاکستان بھی اس کی زد میں آ سکتا ہے ان دونوں وجوہات کی بنا پر حکومتی سطح پر خوب بھاگ دوڑ ہوئی اور ہو رہی ہے، حالانکہ کون نہیں جانتا کہ صہیونی کچھ فیصلے کیے ہوئے ہیں اور وہ اُن پر ہر صورت عمل درآمد کریں گے۔

تازہ ترین صورتِ حال یہ ہے کہ امریکہ کو یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ ہرمز کے بند ہونے سے اور جنگی صورتِ حال کی وجہ سے ایران کی معیشت پر بہت بُرے اثرات پڑ رہے ہیں اور مہنگائی بے قابو ہوتی جا رہی ہے، جس سے عوام میں تشویش اور بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ لہٰذا ایران پر اقتصادی پابندیاں بھی لگائی جا رہی ہیں اور اب یورپی یونین کو بھی آمادہ کر لیا ہے کہ وہ ایران پر نئی پابندیاں لگائے۔ اُن کی کئی شخصیات اور ادارے بلیک لسٹ کر دیئے ہیں۔ یورپ کے ویزے بند کرا دیئے گئے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ ایران اندر سے ٹوٹ جائے۔ اگرچہ راقم کو یقین ہے کہ ایرانی بڑے قوم پرست ہیں، وہ گھاس کھا لیں گے لیکن دشمن کے آگے جھکیں گے نہیں۔ بہرحال اللہ رب العزت کے فیصلے کے سوا صہیونیوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ٹھہر سکتی۔ صرف اللہ کا اختیار ہے کہ وہ اُن کی طاقت اور سازش کو دفن کر دے اور صہیونیوں کو ذلیل و خوار کر کے شکست خوردہ کر دے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہر صدی میں ایک مرتبہ یہودی لازماً ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اُس کو ایک صدی ہونے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وقت ہمیں بھی دکھائے البتہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ موجودہ 57 اسلامی ممالک میں سے ایران کے سوا کسی میں ہمت نہیں ہے کہ وہ صہیونیوں کے خلاف کوئی عملی قدم کر سکیں بلکہ وہ تو زبان سے بھی کچھ کہنے سے گھبراتے ہیں کہ کہیں اُن کے نیچے سے کرسی کھینچ نہ لی جائے اور وہ دھڑام سے زمین پر نہ گر جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایرانی قیادت کی بھی مغرب میں بنک بیلنس اور جائیدادیں ہوتیں تو وہ بھی امریکہ اور اسرائیل کے مقابلے کی جرأت نہ کرتے۔

ایک تو امریکہ کو نئی جنگی حکمتِ عملی تیار کرنے کے لیے وقت درکار تھا جو اتحادیوں نے مذاکرات کے ذریعے اُسے فراہم کر دیا۔ علاوہ ازیں عارضی جنگ بندی اس لیے بھی ضروری تھی کہ امریکی عوام اور یورپ اس جنگ کے جواز کو تسلیم نہیں کر رہا تھا۔ وقفہ سے دوسرا مقصد یہ حاصل کیا گیا کہ عوام اور دوسرے جنگ مخالف یورپی اتحادیوں کو انتظامیہ یہ تاثر دے سکے کہ امریکہ جنگ نہیں چاہتا لیکن ایران امن کی طرف آنے کو تیار ہی نہیں۔ ہم مذاکرات میں جنگ ختم کرنے کی کئی آفرز دے چکے ہیں لیکن ایران بہت سے معاملات میں ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ خاص طور پر وہ ایٹمی ہتھیار نہ بنانے کی یقین دہانی نہیں کروا رہا جس سے دنیا کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ حالانکہ سچ یہ ہے کہ اوباما کے دور میں ایران نے 3.5 فیصد سے زائد یورینیم کی افزودگی نہ کرنے پر معاملات طے کر لیے تھے۔ لہٰذا اس صورت میں ایران کا ایٹم بم بنانا ناممکن تھا پھر یہ کہ اس جنگ سے پہلے عمان میں ہونے والے مذاکرات میں ایران نے ایٹم بم نہ بنانے کی واضح یقین دہانی کروا دی تھی لیکن ان مذاکرات کے دوران 28 فروری کو امریکہ اور اسرائیل نے مشترکہ طور پر حملہ کر دیا۔ راقم پھر اپنی اس رائے کا اعادہ کرے گا کہ صہیونیوں نے جنگ سے ایران کو تباہ کرنے یا رجیم چینج کر کے ایران میں اپنی پٹھو حکومت لانے کے طے کیا ہوا تھا۔ لہٰذا ٹرمپ کی دھمکیاں یا سفارت کاری کے نام پر مذاکرات کا ڈراما رچانا ہو یا ٹرمپ کے الٹے سیدھے بیانات ہوں۔ یہ سب کچھ اپنے ہدف کی طرف بڑھنے کے مختلف مرحلے ہیں۔ ہدف گریٹر اسرائیل کا قیام ہے اور ایران پر حملہ اس حوالے سے پہلا قدم ہے۔ مسلم ممالک کو امریکہ اور اسرائیل کے ناپاک عزائم کے راستے میں رکاوٹ بننا ہوگی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھامنا اُس کے رسول ﷺ کے احکامات اور شریعت کو نافذ کرنا ناگزیر وگرنہ بصورتِ دیگر امتِ مسلمہ کا انجام دیوار پر جلی حروف سے لکھا جا چکا ہے۔ خاص طور پر پاکستان کے حکمرانوں کو امریکہ کے اسلام دشمن کردار کو تاریخ کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے آج سے قریباً 35 سال پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ امریکہ پاکستان کا بھارت سے بڑا دشمن ہے۔ وائٹ ہاؤس کے 30 سال پہلے کی جو دستاویزات میڈیا کے سامنے آئی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ 1971ء میں پاکستان کو دولخت کرنے کا ذمہ دار سوویت یونین کو ٹھہرایا جاتا رہا ہے حالانکہ امریکہ نے اس حوالے سے کلیدی رول ادا کیا تھا۔ وہ اس حوالے سے بھارت کی مکمل پشت پناہی کر رہا تھا۔ اب بھی ہمارے پالیسی سازوں اور مقتدرہ کو بڑی باریک بینی سے ماضی میں امریکہ کے کردار کا جائزہ لینا چاہیے کیسے کیسے اُس نے پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ قدرت اللہ شہاب اپنی کتاب شہاب نامہ میں لکھ چکے ہیں کہ سپر عالمی قوتیں یہ سمجھتی تھیں کہ پاکستان جو نظریہ اسلام پر قائم ہوا ہے اور وہ ایک بڑی مضبوط اور پروفیشنل فوج رکھتا ہے اگر اس کے اسلامی نظریہ پر چوٹ نہ لگائی اور اُس کی مضبوط فوج کو نقصان نہ پہنچایا گیا تو پاکستان ایک مضبوط اسلامی ریاست بن جائے گا جو صرف کمیونزم کے لیے ہی نہیں سرمایہ دارانہ نظام کے لیے بھی خطرہ بن جائے گا۔ اور اس کا حل یہ ہے کہ ملک میں بار بار مارشل لا لگے تاکہ فوج کمزور ہو۔ لہٰذا سب کو مل کر امریکہ کے عزائم پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ راقم اپنی اس تحریر کو غالب کے اس مصرعہ پر ختم کرتا ہے۔ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

وما علینا الا البلاغ!

حصہ دوم

اُمتِ محمدیؐ کا مشن، منصب، تقاضے اور مستقبل

تحریر: ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ
ترجمہ: ارشاد الرحمٰن

اُمت کے وسائل اور امکانات

مسلمان حکمرانوں کو یہ علم ہونا چاہیے کہ اُمتِ مسلمہ کے پاس ایسے مادی ومعنوی وسائل موجود ہیں جو اُمت کو دنیا میں صفِ اول کی قوموں میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ مقامِ افسوس ہے کہ ان نعمتوں، طاقتوں کو اس طرح استعمال نہیں کیا جاتا کہ یہ اُمت کے لیے فائدے اور رفعت کا باعث بنیں۔

عددی اکثریت:

تازہ اعداد وشمار کے مطابق اُمتِ اسلامیہ ایک ارب 57 کروڑ انسانوں پر مشتمل ہے (2026ء کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں مسلمان کم وبیش 2 ارب ہیں۔) اور یہ تعداد تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے جس نے غیروں کو خوف زدہ کر دیا ہے۔ عددی اکثریت کو اللہ تعالیٰ نے ایک احسان اور نعمت کے طور پر بیان کیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠﴾ (الاعراف: 86) ''یاد کرو وہ زمانہ جب تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا۔''

وافر مادی وسائل: اُمتِ اسلامیہ زراعت، معدنیات، پٹرولیم، پانی کے وسائل، نہروں، ڈیموں، سمندروں، ساحلوں اور پہاڑوں کی دولت سے مالا مال ہے، اور یہ سب کچھ دنیا کے وسط میں براعظموں کے سنگم پر واقع ہے۔ یہ ساری کی ساری دولت مل جائے اور ایک دوسرے کے لیے معاون ہو جائے تو اُمتِ اسلامیہ ایسی قوت بن جائے گی جس کے خلاف کسی کو جارحیت کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

تہذیبی قوت

اُمتِ اسلامیہ کے پاس تہذیبی قوت بھی ہے۔ یہ اُمت عالمی تہذیبوں کا سرچشمہ رہی ہے۔ ایرانی، رومی، بابلی، فرعونی اور دیگر بہت سی تہذیبوں نے اس کے تہذیبی سوتوں سے نشوونما پائی ہے۔ دنیا کے بڑے آسمانی مذاہب یہودیت، مسیحیت اور اسلام کا ظہور سرزمینِ اسلام میں ہوا۔ تین جلیل القدر رسول حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ یہاں مبعوث ہوئے۔ چاروں آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن کا نزول یہاں ہوا۔

روحانی قوت:

ہماری اُمت روحانی قوت کے اعتبار سے بھی بہت مضبوط ہے۔ قرآنِ مجید کی صورت میں دستاویزِ الٰہی اُس کے پاس ہے اور یہ دستاویز انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری کلمات پر مشتمل ہے۔ مراد ہے قرآن مجید۔ وہ قرآن جس کی کسی سورت سے کوئی ایک لفظ تک نہیں بدلا گیا۔ یہ کتاب آج بھی اُسی طرح پڑھی جاتی ہے جس طرح نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ پڑھا کرتے تھے اور آج اسی طرح کتابت ہو رہی ہے جس طرح عہد عثمانؓ میں ہوئی تھی۔

جامع اور متوازن فکر:

اس سب کچھ کے ساتھ ساتھ اُمتِ مسلمہ کے پاس ایک ایسا جامع پیغام ہے جو انسانیت کو ایمان عطا کر کے اس سے علم کا ہتھیار چھین نہیں لیتا، اسے روحانیت عطا کر کے مادیت سے محروم نہیں کر دیتا۔ آخرت سے نواز کر دنیا سے تہی دامن ہونے کے لیے نہیں کہتا۔ یہ پیغام انسانیت کو آسمان سے قریب کرتا ہے مگر اس سے زمین پر رہنے کا حق نہیں چھینتا۔ وہ انسانیت کو روحانی بلندی عطا کر کے عمرانی وتہذیبی ترقی سے روک نہیں دیتا۔ یہ تو متوازن و معتدل پیغام ہے جو دنیا و آخرت، زمین و آسمان اور دل و دماغ کو آپس میں جوڑتا ہے۔ اس کا نعرہ یہ ہے کہ دنیا سے جدا ہو کر دین کچھ نہیں رہتا، اور دین سے کٹ کر دنیا کچھ نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس پیغام کے حاملین کی دعا تو یہ ہے: ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۲۰۱﴾ (البقرۃ) ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر۔''

ادھر رسول کریم ﷺ اپنے رب سے یوں مناجات کرتے ہیں: اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي ۝ وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي ۝ وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي إِلَيْهَا مَعَادِي ۝ وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ ۝ وَالْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ ۝ (مسلم) ''اے اللہ! میرے لیے میرا دین نفع بخش بنا دے کہ یہ میرے معاملے کی آبرو ہے، اور میرے لیے میری دنیا کو بھی درست فرما دے کہ اس میں میری معاش ہے اور میرے لیے میری آخرت بھی بہتر بنا دے کہ میرا آخری ٹھکانا وہی ہے۔ اے اللہ! زندگی کو میرے لیے ہر خیر میں اضافے کا باعث بنا دے، اور موت کو ہر قسم کے شر سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔''

اُمتِ اسلامیہ کے پاس یہ مادی و روحانی وسائل اُمت کو ایک شاندار مستقبل کی خوش خبری دیتے ہیں اور اس خوش خبری کی طرف ہی قرآن مجید نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸﴾ (الصف: 8) ''یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

مگر افسوس ہے کہ اُمت نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور تہذیبی و روحانی اور اقتصادی و انسانی قوتوں سے جس طرح کام لینے کی ضرورت تھی نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ روشن چراغ اُس کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ مصائب کا حل موجود ہے مگر وہ مسائل سے دوچار چلی آ رہی ہے۔

غلبۂ اسلام کی بشارتیں

بے پناہ وسائل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے پاس غلبۂ اسلام کی بشارتیں بھی ہیں جو ہمارے اس یقین کو مزید پختہ کر دیتی ہیں کہ مستقبل ہماری اُمت اور ہمارے دین کا ہے۔

قرآنی بشارتیں: ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ﴾ (حٰم السجدۃ: 53) ''عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ اُن پر یہ بات کھل جائے کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔''

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ﴾ (التوبۃ: 33) ''وہ اللہ

ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پوری جنسِ دین پر غالب کردے۔" یہ بشارت قرآن مجید کی تین سورتوں التوبہ، الفتح اور الصف میں آئی ہے۔ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا مفہوم تمام ادیان پر غلبے کا ہے۔ یہ غلبہ اس سے پہلے کثیر ادیان پر ہو چکا ہے، یعنی یہودیت، مجوسیت اور مشرقی نصرانیت پر۔ البتہ مغرب کی نصرانیت اور مشرق کی وثنیت (بت پرستی) منتظر ہے کہ اسلام اس پر غالب آئے۔

نبویؐ بشارتیں:

نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی بشارتوں کے سلسلے میں حضرت تمیم داریؓ کی روایت کردہ حدیث ہمارے لیے کافی ہے کہ "یہ اسلام وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن رات کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ اللہ کسی شہری یا دیہاتی کا گھر نہیں چھوڑے گا جہاں باعزت کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ اسلام کو وہاں داخل نہ کردے۔ عزت اس کے لیے جسے اللہ دولتِ اسلام کے ذریعے اعزاز دے اور ذلت اس کے لیے جسے اللہ کفر میں رکھ کر ذلیل کرے۔" (مسند احمد)

تاریخی بشارتیں:

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اسلام مشکل ترین اور شدید ترین بحرانوں میں قوت کے لحاظ سے عظیم قوت اور اپنے وجود کی بقا کے لیے مزاحمت کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ صلیبیوں اور تاتاریوں کی جنگوں کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ اسلام نے ان میں فتح کا پرچم لہرایا۔ ملحد نظریات اور استعمار کے خلاف تازہ جنگوں میں بھی اسلام کی قوت ثابت ہو چکی ہے جن میں اسلام نے استعمار اور ارتداد کا سامنا کیا اور مسلمانوں نے اپنی بے سروسامانی و کمزوری کے باوجود اپنے ممالک کو آزاد کرایا۔

مغرب کی قائدانہ ناکامی

غلبۂ اسلام کی بشارتوں میں اس بشارت کا اضافہ بھی حقائق و واقعات نے کر دیا ہے کہ مغرب کی جس تہذیب نے کئی صدیاں دنیا کی قیادت کی ہے لیکن اس قیادت کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ روحانی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکی ہے۔ اس نے بڑے بڑے بین الاقوامی مسائل پر دوہرے معیارات اپنا رکھے ہیں۔ قرآن کی زبان میں ایک چیز کو ایک سال حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے سال حرام قرار دے لیتے ہیں (التوبہ: 37)۔ اس نے دنیا میں الحاد کا رجحان عام کیا ہے جس کے نزدیک کائنات کا کوئی معبود نہیں اور انسان کے اندر کوئی روح نہیں، دنیا کے بعد کوئی آخرت نہیں۔ اسی طرح اس نے اباحیت کو رواج دیا ہے جس نے مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی کو جائز قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ تمام ادیان اور انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اگر انسانیت نے اس کو برقرار رکھا تو ایک دو نسلوں کے بعد وہ تباہ ہو جائے گی۔ اسی طرح امریکا جو مغرب کا سردار ہے پوری دنیا سے اس طرح معاملات کرتا ہے گویا وہ ایسا معبود ہے جو کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ اسرائیل جو اس کا بغل بچہ ہے، امریکا اس کے ہر جائز و ناجائز اور ظلم و زیادتی بلکہ چنگھاڑتے ہوئے ظلم کی حمایت کر رہا ہے۔ زمین پر ایسی ناحق، متکبر اور سرکش تہذیب کو زوال آ ہی جانا چاہیے اور اس کی جگہ کسی اور کو لینی چاہیے، کیونکہ یہ قانونِ الٰہی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵﴾ (الانبیاء) "ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔"

دم توڑتی تہذیب کی جگہ لینے کے لیے جو قوم تیار ہے، وہ اُمتِ اسلامیہ ہی ہے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب یہ اُمت اپنے آپ کو پہچان لے، اپنے پیغام کی حامل بن جائے، اپنے رب کی طرف رجوع کر لے، اپنے ذاتی معاملات کو درست کر لے اور اپنے آپ کو تبدیل کر لے تاکہ اللہ بھی اُس کو بدل دے کیونکہ یہ بھی قانونِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ﴾ (الرعد: 11) "اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔"

اگر اُمت اپنی بُری حالت کے باوجود اس تہذیب کی وارث بننے اور انسانیت کی قیادت کرنے کی تمنا رکھتی ہے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا! اللہ کا طریق کار کبھی تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸﴾ (سورۃ محمد) "اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔"

❀❀❀

سانحۂ کربلا

شہیدِ مظلوم رضؓ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہدِ صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا تھا۔
- وہ آج بھی قاتلِ خلیفۂ ثانیؓ ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں۔
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے۔
- سید الشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟

تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت

اشاعت خاص: 240 روپے اشاعت عام: 145 روپے

(علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501

email:maktaba@tanzeem.org

محرم الحرام: سن ہجری کا آغاز اور قوم مسلم

افتخار احمد

محرم الحرام سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے۔ جس کی بنیاد حضور اقدس ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے لیکن اس اسلامی سن کا تقرر اور آغاز استعمال 17 ہجری میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ؓ کے عہد حکومت سے ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری یمن کے گورنر تھے۔ ان کے پاس حضرت عمر بن عبداللہ کے فرمان آتے تھے جن پر تاریخ درج نہ ہوتی تھی۔ 17 ہجری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے توجہ دلانے پر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ؓ نے صحابہ کرامؓ کو اپنے ہاں جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ تبادلہ افکار کے بعد قرار پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعہ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے کی جائے کیونکہ ذوالحجہ کے آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کر لیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم الحرام کا تھا۔

(فتح الباری باب التاریخ 7/334)

اسلامی سن ہجری اپنے معنیٰ ومفہوم کے لحاظ سے ایک خاص امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ مذاہب عالم میں جس قدر سنین مروج ہیں وہ عام طور پر یا تو کسی مشہور انسان کے یوم ولادت کو یاد دلاتے ہیں یا کسی قومی واقعہ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں۔ مثلاً مسیحی سن کی بنیاد حضرت عیسیٰ ؑ کا یوم ولادت ہے۔ یہودی سن فلسطین پر حضرت سلیمان ؑ کی تخت نشینی کے ایک پُرشوکت واقعے سے وابستہ ہے۔ بکرمی سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش کی یادگار ہے۔ رومی سن سکندر فاتح اعظم کی پیدائش کو واضح کرتا ہے لیکن اسلامی سن ہجری عہد نبوت کے ایسے واقعے سے وابستہ ہے جس میں یہ سبق پنہاں ہے کہ اگر مسلمان اعلائے کلمۃ الحق کے نتیجے میں تمام اطراف سے مصائب وآلام میں گھر جائے، بستی کے لوگ اس کے دشمن اور درپے آزار ہو جائیں، قریبی رشتہ دار اور خویش واقارب اس کو ختم کرنے کا عزم کر لیں، اس کے دوست واحباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کر دیے جائیں، شہر کے تمام سرآوردہ لوگ قتل کرنے کا منصوبہ باندھ لیں، عرصۂ حیات ہر طرح سے تنگ کر دیا جائے اور اس کی آواز کو جبراً روکنے کی کوشش کی جائے تو اس وقت مسلمان کیا کرے؟ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز نہیں کیا کہ کفر وباطل کے ساتھ مصالحت کر لی جائے، تبلیغ حق میں مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقائد ونظریات میں لچک پیدا کر کے ان میں گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور ٹوٹ جائے۔ بلکہ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز کیا کہ ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کر کے وہاں سے ہجرت اختیار کر لی جائے۔ چنانچہ اسی واقعہ ہجرت نبوی پر سن ہجری کی بنیاد رکھی گئی جو انسانی برتری اور تفوق کو یاد دلاتا ہے نہ ہی شوکت وعظمت کے کسی واقعے کو بلکہ یہ واقعہ ہجرت مظلومی اور بے کسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ جو ثبات قدم، صبر واستقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہجرت بتلاتا ہے کہ ایک مظلوم و بے کس انسان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب اور مصائب وآلام سے نکل کر کس طرح کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھ سکتا ہے اور پستی وگمنامی سے نکل کر رفعت وشہرت، عزت وعظمت کے بام عروج پر پہنچ سکتا ہے۔

بارہ مہینوں کی تعداد کا تقرر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور انہیں میں سے چار ماہ کو حرمت والا بنایا۔ وہ چار مہینے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا بنایا ان مہینوں کا احترام اور ان مہینوں میں عبادت و ریاضت کرنا ضروری ہے۔ اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے بچنا بھی حرمت والے مہینوں کے احترام میں شامل ہے۔ اس لیے کہ حرمت والے مہینوں میں عبادات کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور گناہ پر سزا میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ان حرمت والے مہینوں کا احترام سابقہ شریعت میں بھی کیا جاتا تھا۔ قتل وغارت گری، فسادات، جنگ وجدال یہ سب حرمت والے مہینوں کے چاند نظر آتے ہی لوگ ان کے احترام میں چھوڑ دیتے تھے۔ قرآن مقدس میں ان حرمت والے مہینوں کو ''اَشْھُرِ حُرُم'' کہا گیا۔ آج رویت کے حوالے سے شریعت کے قانون کا اور ان لوگوں کی زندگی کا جائزہ لیں جو مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں۔ ان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ ان اہل عرب کا دستور تھا جو کافر تھے اور شریعت ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ چوں کہ حضرت ابراہیم ؑ کی شریعت میں بھی یہ چار مہینے حرمت والے تھے وہ سنت ابراہیمی پر عمل کا دعویٰ تو کرتے تھے لیکن اپنی سہولت کے مطابق احکام شرع اور حرمت والے مہینوں میں تبدیلی کے بھی عادی تھے۔ کبھی ان مہینوں میں جدال وقتال کرتے اور کہہ دیتے کہ یہ ماہ محرم نہیں، صفر ہے اور محرم بعد والا مہینہ ہوگا، یعنی جس ماہ کو ان کی طبیعت چاہتی حرمت والا بنا دیتے اور جس کو چاہتے دوسرا ماہ بنا دیتے۔ قرآن مقدس نے ان کی اس منافقانہ عادت کا ذکر اس طرح کیا: ''ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں۔'' (توبہ: 38) قرآن کریم نے ان لغویات کو ختم کیا اور بندوں کو آگاہ کیا کہ تبدیلی احکام کا حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے۔ بندے کو اللہ کے قانون میں تغییر اور تبدیلی کا کوئی حق نہیں۔

بارہ مہینوں کے نام ان کی تعداد اور ان میں حرمت والے مہینوں کے بعد ہم یہ بھی بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ سال کا تعین کیوں کر ہوا؟ بیان کیا جاتا ہے کہ اہلِ عرب مہینوں کے نام کے حوالے سے متفق تو ہو گئے لیکن سال کے تعین کے حوالے سے اب بھی پریشان تھے۔ حالانکہ رواج یہ تھا کہ کسی اہم واقعہ کی طرف سال کی نسبت کر کے سال کو یاد کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا تو اس سال کو عام الفیل کہا جانے لگا۔ اسی طرح ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا وصال ہوا تو اس سال کو عام الحزن کہا جانے لگا۔ غرض کہ سال کے تعین اور تاریخوں کی محافظت میں کافی دقتیں آنے لگیں۔ یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ جو تاریخ شعبان کی ہے وہ کس شعبان کی ہے؟ اس سال کی ہے یا گزشتہ سال کی؟ اسی عالم میں اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں نے جو امت کی اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے قوم کے اس اضطراب کو دور کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ؓ پر اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں امت کی دینی اور دنیوی ضرورتوں کو حتی المقدور پورا کرنے کی کوشش فرمائی اور ہر ضرورت کے حوالے سے اپنی شوریٰ کے مشورہ طلب فرماتے اور اسی کے مطابق خلافت کے نظم ونسق کو انجام دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کو اہم خط موصول ہوا جس میں تاریخ اور ماہ کا نام تو مذکور تھا لیکن سن درج نہیں تھا۔ آپ کو تجسس ہوا کہ یہ خط اس شعبان کا ہے یا گزشتہ سال کا؟ آپ نے اپنے رفقاء کو بلایا اور سال کے تعین کے حوالے سے زور دیا اور مشورے طلب کیے کہ سال کا آغاز کب اور کیسے کیا جائے؟ لہٰذا! طے پایا کہ کسی اہم اسلامی واقعہ کی نسبت سے اسلامی سال کا تعین کیا

جائے۔ متفقہ طور پر رحمت عالم ﷺ کی ہجرت کے واقعہ کو اہم قرار دیا گیا جو یقیناً اپنے ماضی اور مستقبل کے اعتبار سے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت علی ؓ کے مشورے سے یہ طے پایا کہ سال کی ابتدا اسی واقعہ سے کی جائے اور اسے سن ہجری کہا جائے۔ لیکن ایک دقت یہ پیش آئی کہ رحمت عالم ﷺ نے ہجرت محرم الحرام میں تو نہیں فرمائی تھی بلکہ ماہ ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی۔ حضرت عثمان ذوالنورین ؓ نے تطبیق کی صورت پیش فرمائی کہ ماہ محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ رکھا جائے اور سن ہجری کا دو ماہ اور آٹھ دن پیچھے شمار کیا جائے۔ اس طرح 20 جمادی الثانی 17 ہجری مطابق 9 جولائی 138ء سے باقاعدہ ہجری سال کا آغاز ہوا۔ (عظمت ماہ محرم الحرام)

سال کے استقبال اور سابقہ سال کے حوالے سے غور کریں کہ گزشتہ سال ہم نے دینی اور دنیوی کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے کیا پایا؟ کیا کھویا؟ ایک سرسری جائزہ لیں اور اس پر غور کرنے کی کوشش کریں تا کہ آنے والے سال کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کر سکیں اور کسی مضبوط منصوبہ بندی پر اتفاق ہو اور پورے سال اسی پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں۔ دور حاضر میں اگر ہم عالمی سطح پر قوم مسلم کے دینی حالات کا جائزہ لیں تو پہلے سے کافی گراوٹ نظر آتی ہے۔ دینی اعتبار سے مسلمانوں میں بے راہ روی، منافرت و کشیدگی کافی بڑھتی نظر آتی ہے۔ پہلے حلال وحرام، جائز اور ناجائز کا مسلمانوں میں کسی حد تک خیال رکھا جاتا تھا لیکن اب اس کا تجزیہ کریں اور مسلمانوں کے اعمال و کردار کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پہلے کے مقابلے اب حلت وحرمت کی تمیز گویا امت مسلمہ میں کمزور دکھائی دے رہی ہے۔ پہلے تجارتی لین دین کے کسی ناجائز طریقہ پر علماء سود کا حکم دیتے اور شرعی احکام پیش کرتے تو لوگ اسے ترک کر دیتے۔ اب تو یہ عام بلا بنتی جا رہی ہے اور بے شمار مسلمان اس میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح خیانت کا بھی دور دورہ ہے۔ لوگ امانتوں کو بے خوف وخطر ہڑپ کر جاتے ہیں اور خیانت کی سزا کی انہیں فکر نہیں ہوتی۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کا جذبہ مفقود نظر آتا ہے۔ بلکہ نوجوانوں کو خلفائے اربعہ کے نام تک نہیں معلوم اور فلم انڈسٹری کے ہیرو ہیروئن کے بارے میں تاریخ پیدائش سے لے کر ان کی پسند سے ناپسند تک سب کچھ جانتے ہیں۔ بظاہر مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد دکھائی دے لیکن اگر آپ اس کا اثر نمازیوں کی زندگی پر دیکھنا چاہیں تو ندارد۔ حاجیوں اور روزہ داروں کی تعداد میں قدرے اضافہ ضرور ہوا لیکن ان عبادات کے اثرات انسانی زندگی پر کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ آج دینی سرگرمیوں کی طرف نوجوان پیش قدمی نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ دن بدن دین سے بغاوت اور نفرت نئی نسل میں عام ہوتی نظر آتی ہے۔ گزشتہ سال ہر اعتبار سے ہم سب کو دعوت فکر دیتا ہے کہ تم نے قوم کے خورد ونوش اور رہائش وغیرہ کا انتظام تو کیا لیکن ان کے دلوں میں دینی شعور اور ملی تڑپ بیدار کرنے کے بارے میں کوئی فکر نہیں جو کہ دنیاوی زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے کہ دین ہی انسان کو انسان بناتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک دین ہی کے دامن سے وابستہ رہنے کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے۔ ماضی میں عوام کا حال یہ تھا کہ علمائے کرام اگر کسی معاملہ میں کوئی حکم صادر فرما دیتے تو عوام بے چون و چرا اسے قبول کر لیتی اور اس پر عمل کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتی، ان کے فیصلہ کو اپنے لیے حرف آخر اور کامیابی کی ضمانت تصور کرتی۔ علمائے کرام کی زیارت اور ان کی صحبت سے استفادہ، ان کی مجلس کی حاضری کو رحمت خیال کر کے بچوں کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت اور ذکر و درود کا سچا جذبہ بیدار کرتی، جھوٹ سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا صدق ہی ان کی پہچان تھی۔ دھوکہ دہی، فریب کاری کو آج کے دور میں پالیسی اور فن تصور کیا جاتا ہے، جبکہ ماضی میں اسے ایک بدترین عیب سمجھا جاتا۔ جوا، شراب اور حرام چیزوں کو حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت اور والدین کی اطاعت، پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی ان کا وطیرہ تھا اور ان کی خیر خواہی لازمی گردانتے تھے۔ گویا گزشتہ صدیوں میں ہمارا حال کسی حد تک اچھا تھا لیکن اب ہر سال ہمارا دینی حال نہایت ہی گھناؤنا ہوتا جا رہا ہے۔

اگر شریعت مصطفی ﷺ سے روگردانی ترقی ہے تو لعنت ہو ایسی ترقی پر، یاد رہے کہ شریعت کو چھوڑ کر ترقی کیا ملے گی بربادی ہی بربادی ہاتھ آئے گی اور ذلت و رسوائی کے سوا اس کا کچھ بھی نہیں۔

مسلسل اشاعت کے 60 سال

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافت راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

ماہنامہ میثاق لاہور

Online Link
https://meesaq.tanzeemdigitallibrary.com/

تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان ماہنامہ ''میثاق'' گزشتہ چھ دہائیوں سے تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور دینی جرائد کے وسیع حلقے میں اپنی منفرد علمی، فکری اور دعوتی شناخت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ماہنامہ ''میثاق'' کے مشمولات میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فکر و فلسفہ، منہج انقلاب نبوی ﷺ اور اسلامی نظام حیات کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام کو درپیش سیاسی، معاشی اور تہذیبی و معاشرتی چیلنجز، قومی و بین الاقوامی حالات و واقعات کا تجزیہ اور اسلامی زاویہ نگاہ سے اُن کی تفہیم اور حل بھی اس کے اہم موضوعات میں شامل ہیں۔ ''میثاق'' حقیقتِ دین، فہم قرآن، تذکیر و موعظت، تزکیۂ نفس، اصلاح معاشرہ اور حسنِ معاشرت جیسے موضوعات پر بھی سنجیدہ اور فکر انگیز مواد پیش کرتا ہے۔ گویا ''میثاق'' محض ایک اشاعتی کاوش نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے قارئین میں تنظیم اسلامی کے نقطۂ نظر، فکری پختگی، دینی ترجیحات و شعور اور اجتماعی ذمہ داری کا احساس بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ایسی پُرامن، آئینی اور غیر متشدد جدوجہد کے تصور کو فروغ دیتا ہے جس کا ہدف اولاً پاکستان میں باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر خلافتِ راشدہ کے نقش قدم پر دینِ حق کے غلبہ اور اسلام کے عادلانہ نظام کا قیام ہے۔

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23 کلومیٹر، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور
فون: 78-35473375 (042) Email:markaz@tanzeem.org

خیانت کی حقیقی صورتیں

قرآن و سنت کی روشنی میں

شوکت اللہ شاکر

اقامتِ دین کے کارکنان کے لیے فکری و عملی رہنمائی

انسانی معاشرے کی تعمیر و بقا محض وسائل، افرادی قوت اور سیاسی غلبے سے نہیں بلکہ احساسِ ذمہ داری، ادائے امانت، اور وقت پر صحیح اقدام سے وابستہ ہے۔ اقامتِ دین کے عظیم فریضے میں مصروف افراد کے لیے یہ حقیقت اور بھی اہم ہو جاتی ہے کہ ان کی ہر صلاحیت، ہر موقع اور ہر لمحہ ایک امانت ہے۔ جب یہ امانتیں غفلت، بخل، تاخیر یا خاموشی کی نذر ہو جائیں تو یہی رویہ اجتماعی کمزوری اور دینی مقصد میں پسپائی کا سبب بنتا ہے۔

اسی جامع مفہوم کو ایک حکمت آمیز عربی عبارت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"الخائنون أربعة: قادر لم يفعل، غني لم يُنفق، قاعد لم يُبادر، ولسان لم يتكلم "

" خائن چار ہیں: وہ جو قدرت کے باوجود عمل نہ کرے، مال کے باوجود خرچ نہ کرے، موقع کے باوجود آگے نہ بڑھے، اور حق جاننے کے باوجود خاموش رہے۔"

اگرچہ یہ عبارت بطور حدیثِ نبوی ثابت نہیں، تاہم اس کا مفہوم قرآن و سنت کی تعلیمات اور اسلامی اخلاقی نظام کے عین مطابق ہے۔

قادر لم یفعل قدرت کے باوجود عمل نہ کرنا

اقامتِ دین کے کارکن کے لیے قوت، علم اور صلاحیت محض ذاتی اعزاز نہیں بلکہ ایک شرعی ذمہ داری ہے۔ جب حق کے اظہار، ظلم کے ازالے یا اصلاحِ معاشرہ کا موقع موجود ہو اور پھر بھی انسان بے عملی اختیار کرے تو یہ امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔

قرآن کریم کا حکم ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (المائدۃ:2)

"اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو"

اور نبی کریم ﷺ نے برائی کو بدلنے کو ایمان کی عملی علامت قرار دیا۔ اس تناظر میں اہلِ دعوت کے لیے خاموشی یا بے عملی محض کمزوری نہیں بلکہ مقصد سے انحراف کے قریب ایک خطرناک رویہ ہے۔

غنی لم یُنفق وسائل کے باوجود خرچ نہ کرنا

دین کے راستے میں مال محض ملکیت نہیں بلکہ ایک امانت اور آزمائش ہے۔ دعوت، اصلاح اور خدمتِ خلق کے تقاضوں کے باوجود بخل یا تنگ دلی اختیار کرنا دراصل دین کے اجتماعی کاموں کو کمزور کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقرہ: 254) "خرچ کرو اس میں سے جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے۔"

لہٰذا اقامتِ دین کے کارکن کے لیے مالی ایثار صرف نیکی نہیں بلکہ اس مشن کی بقا کا لازمی تقاضا ہے۔

قاعد لم یُبادر موقع کے باوجود پہل نہ کرنا

دین کا کام تاخیر اور سستی نہیں بلکہ سرعت، حکمت اور پیش قدمی کا تقاضا کرتا ہے۔ جو افراد اصلاح، دعوت یا تنظیم کے مواقع پر تردد کا شکار رہتے ہیں وہ عملاً دینی جدوجہد کی رفتار کو متاثر کرتے ہیں۔

قرآن کا واضح حکم ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ﴾ (البقرہ: 148) "تو (مسلمانو!) تم نیکیوں میں سبقت کرو"

اقامتِ دین کی جدوجہد میں سبقت اور فوری اقدام بنیادی روح ہے، کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ مواقع بھی ضائع ہو جاتے ہیں اور اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

لسان لم یتکلم حق جان کر خاموش رہنا

دعوت و اصلاح کے میدان میں زبان سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ حق جاننے کے باوجود خاموشی اختیار کرنا نہ صرف اخلاقی کمزوری ہے بلکہ دینی ذمہ داری سے انحراف بھی ہے۔

حضرت طارق بن شہاب ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، جبکہ آپ ﷺ اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھ چکے تھے: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔" (سنن ابی داؤد)

یہ اصول اقامتِ دین کے کارکن کے لیے بنیادی رہنما ہے کہ وہ حالات کے دباؤ یا مصلحتوں کے باوجود حق کے اظہار سے دستبردار نہ ہو۔

حاصلِ کلام

اس حکیمانہ تقسیم سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خیانت صرف مالی یا اخلاقی بددیانتی کا نام نہیں بلکہ دینی ذمہ داریوں میں کوتاہی بھی اس کا ایک اہم پہلو ہے۔ اقامتِ دین کے کارکن کے لیے یہ چاروں پہلو انتہائی اہم تنبیہ ہیں: صلاحیت کا ضیاع، وسائل کا بخل، عمل میں تاخیر اور حق سے خاموشی۔

دورِ حاضر میں دینی جدوجہد کو مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ کارکن اپنی صلاحیتوں کو حرکت میں لائیں، وسائل کو اللہ کی راہ میں کھپائیں، مواقع کو ضائع نہ کریں اور حق گوئی کو اپنا مستقل شعار بنائیں۔ یہی وہ طرزِ عمل ہے جو اقامتِ دین کے مشن کو قوت، تسلسل اور اجتماعی اثر عطا کرتا ہے۔

❀❀❀

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی وسطی، ماڈل کالونی کے ملتزم رفیق محترم رب نواز وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی، سندھ بلوچ سوسائٹی کے رفیق محترم محمد خلیق کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0334-2990253

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور غربی کے نقیب اسرہ محترم انجینئر فیصل الرحمٰن کی بیٹی وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0314-5193495

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے ناظم مالیات محترم محمد علی کے چچا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-9291863

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

دجال کی عالمی حکومت اور نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت

قسط:5

رفیق چودھری

3۔ سرزمین موعود کا وعدہ صرف سچے مسلمانوں کے لیے ہے

مسلمانوں کو صرف ان صحائف پر ایمان لانے کا حکم ہے جو اللہ کے رسولوں پر نازل ہوئے۔ تحریف شدہ کتابوں پر ایمان لانے کا حکم نہیں ہے۔ آج کی تورات اور انجیل میں بڑے پیمانے پر تحریفات ہو چکی ہیں، اس بات کو خود نامور مغربی محققین اور سکالرز بھی آج تسلیم کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کتابوں کا ہر صفحہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ ملتِ ابراہیمؑ کے لیے فلسطین کا وعدہ اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں تھا۔ بصورت دیگر ان سے یہ سرزمین چھین لیے جانے کا ذکر تورات کے ہر باب میں موجود ہے جس کی بنی اسرائیل کی تاریخ بھی تائید کرتی ہے۔

وہ تمام صحائف جو سابق رسولوںؑ پر نازل ہوئے ان کی آخری اور حتمی شکل قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل فرمائی۔ جس طرح پہلی غیر تحریف شدہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کو آخری کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو آخری رسول اور نبی ماننا بھی ضروری ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری اور حتمی کتاب اور اپنے آخری رسول ﷺ کی تعلیمات میں اس اہم اور بڑے تنازعے کا واضح حل پیش نہ کیا ہو۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں واضح رہنمائی دے دی گئی ہے:

’’اے اہل کتاب! تم کیوں ابراہیمؑ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو (کہ وہ یہودی تھے یا نصرانی) حالانکہ تورات اور انجیل تو نازل ہی ان کے بعد ہوئی تھیں! کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے؟‘‘ (آیت:65)

تورات اور انجیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد نازل ہوئیں اور پھر ان کو بدل کر وہ مذاہب اور فرقے بنائے گئے جو آج یہودیت اور عیسائیت کہلاتے ہیں، ان کا عقیدے اور فکر کے لحاظ سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینی اور منہج سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی تھے۔ پھر وہ کیا تھے؟ اگلی دو آیات میں اس کی وضاحت بھی فرما دی:

’’ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی، بلکہ سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہیں تھے۔‘‘ (آل عمران:67)

’’مسلمان‘‘ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے والا۔ بعض لوگ سوال اُٹھاتے ہیں کہ اسلام کو آئے ہوئے 14 سو سال ہوئے، اس سے پہلے مسلمان یا اسلام کہاں تھے؟ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر بھیجے گئے ان سب کی دعوت اور تعلیم یہی تھی کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی ثانی اور شریک نہیں ہے۔ اسی کی بندگی کرو اور اس کے علاوہ کسی کو معبود نہ ٹھہراؤ۔ اس لحاظ سے اللہ کا دین ایک ہی ہے اور تمام پیغمبرؑ اور اُن کے سچے پیروکار عربی اصطلاح کے مطابق مسلمان ہی تھے۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:19)
’’یقیناً اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہے۔‘‘

’’کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا، ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی مذہب تلاش کرے تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔‘‘ (آل عمران:84،85)

قرآن کریم کی زبان میں اسلام (اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرنا) ہی تمام پیغمبروں کا دین ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے جو بھی دعوت دی ہے وہ دین اسلام ہی ہے، اس لحاظ سے یہ مشترک اسم ہے، چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں:

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (یونس:72) ’’اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے والوں (مسلمین) میں سے ہو جاؤں۔‘‘

اسی طرح ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام اپنانے کا ہی حکم دیا تھا:

﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ’’جب اسے اس کے رب نے کہا: اسلام لے آؤ، تو اس نے کہا: میں رب العالمین کے لیے مسلمان ہو گیا۔‘‘

یہی تاکید سیدنا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام نے بھی اپنے بیٹوں اور پیروکاروں کو کی:

﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ ’’اور اسی بات کی ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔‘‘

اس تاکیدی نصیحت کے جواب میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں (بنی اسرائیل) نے جواب دیا:

﴿نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝﴾
’’ہم تیرے معبود اور تیرے آباء و اجداد ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی ہی عبادت کریں گے جو کہ ایک ہی معبود برحق ہے، اور ہم سب اسی کے لیے اسلام لاتے ہیں۔‘‘

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں:

﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝﴾ (یونس:84) ’’اے میری قوم کے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہو تو پھر اسی پر مکمل بھروسا کرو اگر تم سب مسلمان ہو۔‘‘

اسی طرح حواریوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران) ’’ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں، اور گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔‘‘

اہل کتاب میں سے کچھ نے جب قرآن کریم کی تلاوت سنی تو کہنے لگے:

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (القصص) ’’ان سب نے کہا: ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، یقیناً یہ ہمارے رب کی جانب سے حق ہے، یقیناً ہم اس سے پہلے بھی مسلمان (اللہ کی اطاعت کرنے والے) ہی تھے۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

’’حضرت عیسیٰؑ کی بعثت سے پہلے جو لوگ اصل تورات کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ

کی بعثت سے پہلے حقیقی انجیل کی شریعت پر عمل پیرا تھے یہ سب بھی دین اسلام پر تھے۔'' (مجموع الفتاویٰ)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروںؑ اور اپنی کتابوں کے ذریعے جو دین نازل کیا وہ اسلام ہے اور اس کو ماننے والے مسلمان ہیں۔ جب تک بنی اسرائیل اپنے آباء واجداد کے دین پر قائم رہے، وہ بھی مسلمان تھے۔ دنیا کی امامت (قیادت وحکمرانی) اور سرزمین موعود کا وعدہ بھی اسلام لانے والوں کے لیے تھا لیکن جب بنی اسرائیل نے اسلام (دین ابراہیمؑ) کو چھوڑ دیا تو خود تورات اور انجیل کے مطابق انہوں نے عہد توڑ دیا اور وہ اب سرزمین موعود پر کوئی حق نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کے پاس دنیا کی قیادت اور حکمرانی کا مذہبی اور اخلاقی جواز باقی رہا۔ یہ شرط اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر واضح کر دی تھی:

''اور ذرا یاد کرو جب ابراہیمؑ کو آزمایا اُس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا۔ تب فرمایا: ''(اے ابراہیمؑ!) اب میں تمہیں نوع انسانی کا امام بنانے والا ہوں! انہوں نے کہا: اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا: میرا یہ عہد ظالموں سے متعلق نہیں ہوگا۔'' (البقرہ:124)

یہاں ظالموں سے مُراد کون ہے؟ اگر ہم قرآن میں اس لفظ کو سرچ کریں تو جگہ جگہ یہ لفظ بنی اسرائیل کے لیے آتا ہے۔ مثلاً:

''اور یاد کرو جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰؑ سے چالیس رات کا' پھر تم نے بنالیا بچھڑے کو (معبود) اُس کے بعد اور تم ظالم تھے۔'' (البقرہ:51)

گزشتہ ایک صدی میں یہود ونصاریٰ نے فلسطین میں مظالم کی جو تاریخ رقم کی ہے اس کی شاہد ساری دنیا ہے اور خاص طور پر 7 اکتوبر 2023ء کے بعد تو پوری دنیا میں اسرائیلی مظالم کے خلاف مظاہرے اور احتجاج بھی ہو چکے ہیں۔ جو کچھ اسرائیلی جیلوں اور ٹارچر سیلوں میں فلسطینیوں کے ساتھ ہوا اُس ظلم کی داستانیں بھی پوری دنیا کے سامنے آ چکی ہیں۔ پھر اسرائیل نے ہسپتالوں اور سکولوں کو جس طرح سے تباہ کیا، ہسپتالوں میں موجود ڈاکٹروں اور نرسوں پر بمباری کر کے انہیں قتل کیا اور معصوم بچوں اور عورتوں پر بمباریاں کر کے انہیں جس طرح شہید کیا، بھوک وافلاس کا حربہ استعمال کر کے اور پانی بند کر کے جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی ملت کے پیروکاروں (یعنی نبی اکرم ﷺ کے امتیوں) کو ختم کرنے کی کوشش کی، اس کے خلاف تو عالمی عدالتوں سے فیصلے بھی آ چکے ہیں۔ اب تو پوری دنیا میں صہیونیت کے خلاف جو نفرت پھیل چکی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ صہیونیوں کا نہتے فلسطینی بچوں اور عورتوں پر مظالم کی انتہا ہے۔ لیکن سب سے بڑا ظلم جس کو اللہ قرار دیتا ہے، وہ شرک ہے:

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان:13)

''بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔''

یہی وہ سب سے بڑا ظلم تھا جس کے خلاف حضرت ابراہیمؑ نے آواز اُٹھائی:

''کیا تم نے اُس شخص (نمرود) کو نہیں دیکھا جس نے حجت بازی کی تھی ابراہیمؑ سے اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہوئی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا ربّ تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو اُس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (اگر تو خدائی کا مدعی ہے) تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا' تو مبہوت ہو کر رہ گیا وہ کافر۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (البقرہ:258)

اس ظلم (شرک) کے خلاف آواز اُٹھانے پر ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو انعام سے نوازا اور فلسطین کی سرزمین کا اُن کی ملت سے فرمانبرداری کی شرط پر وعدہ کیا۔ لیکن آج بنی اسرائیل کے گمراہ طبقے کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے دین کو چھوڑ کر دوبارہ نمرود کے دجالی اور شرکیہ دین (قبالہ) پر چل پڑا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کے دین پر چلنے والوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ ان کی اس روش کو قرآن نے یوں بیان کیا:

''اور وہ کہتے ہیں یا تو یہودی ہو جاؤ' یا نصرانی تو ہدایت پر ہو جاؤ گے۔ کہہ دیجیے نہیں! بلکہ (ہم تو پیروی کریں گے) ابراہیمؑ کے طریقے کی بالکل یکسو ہو کر اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔'' (البقرہ:135)

اسی بات کو ایک اور انداز سے بھی سمجھایا گیا ہے:

''کیا تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد سب یہودی تھے یا نصرانی تھے؟ کہیے: تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور (کان کھول کر سن لو) اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک گواہی تھی جسے اس نے چھپالیا؟'' (البقرہ:140)

حضرت ابراہیمؑ کے پاس سچ کی گواہی موجود تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ومالک ومعبود حقیقی ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اُنہیں آگ میں ڈالا گیا مگر اُنہوں نے گواہی کو نہیں چھپایا۔ لہٰذا اس گواہی کے انعام کے طور پر انہیں سرزمین موعود عطا کی گئی۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے پاس گواہی موجود تھی کہ اللہ کا دین (اسلام) ہی سچا دین ہے اور اللہ کے رسول ﷺ آخری نبی ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی کو چھپایا اور نمرود کے دین (قبالہ) کو اپنایا۔ نتیجہ میں یہ سرزمین موعود کے اہل نہ رہے۔ اسی طرح موجودہ اُمت کو بھی گواہ بنایا گیا ہے۔ اگر موجودہ اُمت بھی نام نہاد روشن خیالی، ماڈرن ازم یا لبرل ازم کے نام پر اس گواہی سے منحرف ہوگی تو یہ بھی سرزمین موعود کی اہل اور حقدار نہ رہے گی کیونکہ اُس صورت میں یہ بھی ظالموں میں شمار ہوگی۔ قرآن میں فرمایا:

''اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔'' (المائدہ:45)

یہ آیت بھی اگرچہ سابق اُمت کے سیاق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس میں موجودہ اُمت کے لیے بھی وارننگ ہے کہ موجودہ اُمت بھی اگر اپنے فیصلے اللہ کے احکام کے مطابق نہیں کرے گی، دجالی نظام کو اپنائے گی یا پھر نام نہاد 'ابراہم اکارڈز' کو اپنا کر اسرائیل کے ساتھ مل کر ظلم میں شریک ہوگی تو پھر اس کے لیے بھی وہ وعدہ نہ رہے گا جو اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی یہ حکم دیتا ہے کہ:

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست (حمایتی اور پشت پناہ) نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی ان سے دلی دوستی رکھے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ:51)

آج مسلم ممالک کے عوام حیران و پریشان ہیں کہ ہمارے حکمرانوں کو کیا ہو گیا ہے، وہ اپنے ملک اور قوم کے اجتماعی مفاد میں پالیسیاں اور قوانین کیوں نہیں بناتے؟ کیوں اپنے ملک اور قوم کا فائدہ نہیں سوچتے؟ یورپ اور امریکہ کی خوشنودی کے لیے کیوں اپنے ملکی اور قومی مفادات کا سودا کرتے ہیں؟ کیوں مغرب کی ایماء پر پالیسیاں اور قوانین بنا کر مسلم معاشروں کی اقدار کو خاک میں ملا رہے ہیں؟ ان تمام سوالات کا جواب اللہ نے قرآن میں پہلے ہی بتا دیا ہے۔ مسلم ممالک کی اشرافیہ نے کالونیل دور سے لے کر اب تک ذاتی و دنیاوی مفادات کے لیے صرف یہود ونصاریٰ کا ساتھ دیا ہے اور اُن سے ہی دوستی رکھی ہے اور اب انہیں اپنی آخرت کی فکر ہے اور نہ ہی اپنے ملک اور قوم کی عزت، غیرت، وقار اور ترقی کی پرواہ ہے بلکہ ان کی دین سے بے وفائی کی وجہ سے کفار کا غلبہ بڑھ رہا ہے۔ (جاری ہے)

حلقہ اسلام آباد و پنجاب شمالی کے زیر اہتمام پیپھونٹ میں سہ ماہی اجتماع

16 اور 17 مئی 2026ء کو تنظیم اسلامی حلقہ اسلام آباد و شمالی پنجاب کے زیر اہتمام قرآن کمپلیکس پیپھونٹ میں سہ ماہی اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع 16 مئی کو نماز عصر کے بعد شروع ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حلقہ شمالی پنجاب کے ناظم دعوت جناب محمد یونس نے انجام دیئے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز درس قرآن پاک سے ہوا جس کے بعد جناب عثمان عبداللہ نے درس حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ذاتی محبت کی اہمیت وضرورت کو حاضرین پر واضح کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں سے حضور ﷺ سے محبت کے حوالے سے چند اہم واقعات حاضرین کے سامنے پیش کئے۔ شمالی پنجاب کے امیر حلقہ جناب اشتیاق حسین نے افتتاحی کلمات میں چند گزارشات پیش کیں۔ اجتماع کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اس اجتماع سے جہاں ایک طرف روحانی ترفع اور تنظیمی اعتبار سے نظری وفکری یاد دہانی حاصل کرنا مقصود ہے تو دوسری طرف ایمان کی تازگی کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرنا بھی بنیادی مقاصد میں شامل ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس روحانی اجتماع سے رفقاءِ تنظیم کے اندر محبت کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

نمازِ مغرب کے بعد جناب ڈاکٹر رضوان حیدر نے ''قرآن ہمارا دل کیوں نہیں بدلتا'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں ان عوامل کو ایک ایک کر کے گنوایا اور پھر اپنی گفتگو میں قرآن وسنت کی روشنی میں ہی ان کا علاج اور حل بھی بتا دیا۔ اس کے بعد حاضرین محفل کے لیے ایک مذاکرے کا اہتمام کیا گیا تھا جس کی میزبانی کا شرف جناب دلاور خان کو حاصل ہوا۔ مذاکرے کا عنوان تھا ''قرب الٰہی کے دو مراتب اور ہماری دینی و ملی ذمہ داریاں۔'' اس موقع پر شرکائے محفل کے ساتھ سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی بھرپور انداز میں جاری رہا۔

نماز عشاء کے بعد انجمن خدام القرآن اسلام آباد کے صدر جناب حمزہ شاہد نے اپنے مختصر خطاب میں انجمن کے حوالے سے نئی پیش رفتوں سے آگاہ کرتے ہوئے رفقاء کو انجمن کی ممبر شپ لینے اور انفاق کرنے کی ترغیب بھی دلائی۔

دوسرے دن کی پہلی نشست کا آغاز نماز فجر کے بعد ہوا۔ جناب سعد محمود نے بنی اسرائیل کی تاریخ کے حوالے سے قصۃ الثلاثہ کے نام سے موسوم مشہور حدیث پیش کی۔ جس کے بعد آرام کا وقفہ تھا۔ ناشتے کے بعد آٹھ بجے دوسرے دن کی دوسری نشست کے آغاز پر ''خلافت کی حقیقت، ضرورت واہمیت'' کے حوالے سے بانی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی ویڈیو ٹیپ چلائی گئی۔ اس ویڈیو کے دوران حلقہ اسلام آباد کے ناظم تربیت جناب عامر نوید شرکائے محفل کے ساتھ سوالات وجوابات کا سلسلہ بھرپور انداز میں آگے بڑھاتا رہا۔

اختتامی کلمات میں امیر حلقہ جناب راجہ محمد اصغر نے پروگرام کے کامیاب انعقاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ساتھ ہی انہوں نے رفقائے تنظیم کا بالعموم اور منتظمین کا بالخصوص شکریہ بھی ادا کیا۔ انہوں نے رفقاء کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے یاد دلایا کہ وہ ایک انقلابی جماعت کے ارکان ہونے کے ناطے امیر محترم ؒ کی طرف سے مقرر کردہ اہداف کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ انہوں نے رفقائے تنظیم سے کہا کہ وہ نماز، نوافل اور تلاوت کلام پاک پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور اپنی مصروفیات میں سے زیادہ سے زیادہ وقت نکال کر اپنی جان ومال، اوقات اور صلاحیتوں کو اللہ کے دین کے غلبے کے لیے کھپائیں۔

دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب رفقاء کو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین! (رپورٹ: ڈاکٹر اشرف علی، ناظم نشرواشاعت، حلقہ اسلام آباد)

ناظم حلقہ پوٹھوہار کا دعوتی دورہ

ناظم حلقہ پوٹھوہار محترم علی اختر اعوان نے وادی ساہنی میرپور ڈویژن میں تین اضلاع بھمبر، میرپور اور کوٹلی کا دورہ کیا۔ ناظم حلقہ پوٹھوہار میرپور تنظیم کے رفقاء کے ساتھ اتوار 17 مئی کو صبح ساڑھے سات بجے میرپور سے روانہ ہوئے۔ یہ دعوتی قافلہ براستہ پیر گلی، پونہ، برجاہ وغیرہ سے ہوتا ہوا 9 بجے چوکی بازار پہنچا۔ مقامی پرائیویٹ کالج کے پرنسپل نے استقبال کیا۔ سب سے پہلے رفقاء نے مقامی بازار میں دعوتی اور تنظیمی لٹریچر تقسیم کیا۔ اس دوران علاقے کے زیر دعوت احباب بھی مقامی کالج میں پہنچ گئے۔ صبح سوا دس بجے ناظم حلقہ جناب علی اختر اعوان نے ''فریضہ اقامت دین'' پر خطاب کیا۔ پروگرام میں زیادہ تعداد طلبہ اور اساتذہ کی تھی۔

خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس پروگرام میں تین رفقاء اور 9 احباب نے شرکت کی۔

اجتماعی دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پرنسپل سے رخصت لی۔ چار رفقاء پر مشتمل یہ قافلہ براستہ بھمبر واپس میرپور کے لیے روانہ ہوا۔ اقامت دین کی جدوجہد میں اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (رپورٹ: اعظم حسین شاہ معتمد و نقیب تنظیم اسلامی میرپور)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''مسجد فاطمہ، جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد (حلقہ بہاولنگر)'' میں 27 جون تا 03 جولائی 2026ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

03 تا 05 جولائی 2026ء (بروز جمعۃ المبارک بعد عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ، تصادم کا مرحلہ اول، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-7021230 / 0324-6889119

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

گوشۂ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

موجودہ صورتحال

10) تعمیراتی فنانسنگ: 1979ء میں اس کا آغاز Rent Sharing کی بنیاد پر کیا گیا جو شرعی نقطۂ نگاہ سے ایک قابل عمل تجویز تھی، لیکن اس وقت اس مد سے فنانسنگ اصل زر،مدت اور افراطِ زر کی شرح دیکھ کر ایسے انداز میں کی جارہی ہے جو سودی طریق ہی کی مختلف شکل ہے۔

11) NIT اور ICP کی سکیمیں: ان دواداروں نے گھریلو بچتوں کو نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر جمع کرنے کا آغاز کیا، لیکن بعد ازاں ان کی سرمایہ کاری P.L.S اکاؤنٹ اور T.F.C اور Financial Leasing میں بھی ہونے لگی جس سے ان میں بھی سود کی جزوی آلائش شامل ہوگئی۔

☆ ادائیگیاں: بینکوں کو دو اہم مدوں میں ادائیگیاں کرنی ہوتی ہیں:

1) کھاتے (Deposits): اس مد میں بینک اپنی مجموعی منافع میں سے، جو اکثر و بیشتر سود پر حاصل کیا جاتا ہے، کچھ حصہ کھاتہ داروں کو تقسیم کر دیتا ہے اور بڑا حصہ خود اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔

2) قرض (Borrowing of a Commercial bank from other banks) دوسرے بینکوں سے قرض پر سود کی شکل میں ادائیگی ہوتی ہے، جبکہ سٹیٹ بینک کو نفع ونقصان کی بنیاد پر ادائیگی کی جاتی ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1511 دن گزر چکے!

پریس ریلیز 12 جون 2026ء

آزاد کشمیر میں پُرتشدد سیاسی رجحانات اور افراتفری پھیلنے سے فائدہ صرف دشمن کا ہوگا۔ حکومتِ پاکستان آزاد کشمیر کے معاملات کو حل کرنے کے لیے سخت ایکشن سے گریز کرے۔ آزاد کشمیر کے مسائل حل کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان فوری طور پر آل پارٹیز کانفرنس طلب کرے۔

شجاع الدین شیخ

آزاد کشمیر میں پُرتشدد سیاسی رجحانات اور افراتفری پھیلنے سے فائدہ صرف دشمن کا ہوگا۔ حکومتِ پاکستان آزاد کشمیر کے معاملات کو حل کرنے کے لیے سخت ایکشن سے گریز کرے۔ آزاد کشمیر کے مسائل حل کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان فوری طور پر آل پارٹیز کانفرنس طلب کرے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کا یہ حال ہے کہ 78 سال سے ہر آنے والی حکومت نے کشمیریوں کو اُن کے حقوق دینے میں پس وپیش سے کام لیا ہے۔ جس کے ردِعمل کے طور پر 2023ء میں تاجروں اور عام کاروباری افراد نے جموں وکشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی (JAAC) کی بنیاد رکھی اور مہنگائی وانتظامی بدعوانی جیسے مسائل کے خلاف آواز بلند کی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اگرچہ اس تحریک کے مطالبات بالکل درست ہیں اور یہ مسائل صرف آزاد کشمیر ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان کے ہیں، لیکن حکومتِ پاکستان نے جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی کے مطالبات کو صرف مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی بجائے اُسے کچلنے کے لیے طاقت کے استعمال پر زیادہ زور دیا۔ پھر یہ کہ جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی نے بھی ایسے سیاسی رجحانات کا مظاہرہ کیا جس سے افراتفری پھیلی اور ریاست کی رِٹ چیلنج ہوئی۔ ان افسوس ناک حالات کا فائدہ صرف اور صرف بھارت اور دیگر پاکستان مخالف طاغوتی قوتوں کو ہوا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی کو کالعدم قرار دینے، اُس کے کارکنان پر مقدمات بحال کرنے اور اُسے 27 جولائی 2026ء کو آزاد کشمیر میں ہونے والے الیکشن میں حصہ لینے سے روکنے سے مسائل ہرگز حل نہیں ہوں گے بلکہ اس سے پاکستان کی سلامتی کو مزید خطرہ لاحق ہوسکتا ہے اور مسئلہ کشمیر پر ریاستِ پاکستان کا موقف بھی کمزور ہوگا۔ پھر یہ کہ موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں ایسے معاملات کو فہم وفراست سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ اُنہوں نے اپیل کی کہ 27 جولائی کو آزاد کشمیر میں ہونے والے الیکشن کی شفافیت کو یقینی بنانے اور تمام اسٹیک ہولڈرز کو ساتھ ملا کر چلنے کے لیے حکومتِ پاکستان فوری طور پر آل پارٹیز کانفرنس کا اعلان کرے اور جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی پر لگائی گئی تمام پابندیوں کو ہٹا کر اُسے بھی اس میں شرکت کی دعوت دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان میں آج اسلام کا عادلانہ نظام نافذ و قائم ہوتا تو ملک کی تمام اکائیاں اپنے فرائض وحقوق ادا کررہی ہوتیں اور اس نوعیت کے مسائل پیش ہی نہ آتے۔ آخر میں اُنہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے حکمرانوں، اپوزیشن اور عوام سب کو اتفاق واتحاد عطا فرمائے اور پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائے۔ آمین! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(4 تا 9 جون 2026ء)

جمعرات تا منگل 04 تا 08 جون: سفرِ حج کے دوران مدینہ منورہ میں قیام: مرکزی اسرہ کے آن لائن اجلاس کی صدارت کی۔ احباب سے ملاقاتوں، حجاج کرام کے تربیتی پروگراموں میں گفتگو اور نصاب قرآن کے حوالہ سے کام کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اہل خانہ کے ساتھ آن لائن گھریلو اسرہ میں جزوی شرکت بھی رہی۔

09 جون بدھ: علی الصبح حج کی ادائیگی کے بعد کراچی واپسی ہوئی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز تنظیمی امور انجام دیئے۔

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
KLINIT
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
1kg
صفائی اور بچت ایک ساتھ
DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
میرا با اعتماد انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
A proud PAKISTANI brand
Net Weight 1kg
TWO IN ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans+Disinfects
Let your Clothes Smile!
LONG BAR
SUPER SAVING PACK
DISHWASH BAR
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.22

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore